جلد 26 شمارہ 4 ماہ اپریل 2024ء رمضان / شوال 1445ھ
واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا
اللہ
صداقت
محبت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

اس شمارے میں

دل کی بات

حدیث پاک میں ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن بہت سے حضرات ایسے ہونگے جن کے نامہ اعمال کا حساب کتاب مکمل ہو جائے گا تو پروردگار عالم الغیب کا ارشاد پاک ہوگا کہ ابھی اس بندے کے کچھ اور اعمال خیر بھی اس کے نامہ اعمال میں ہیں فرشتے عرض کریں گے یارب العزت! اب کچھ باقی نہیں، سب اعمال کا حساب ہو گیا ہے۔تب پروردگار ان اعمال کی اصل حقیقت کو فرشتوں کے سامنے ظاہر فرمائیں گے اس وقت یہ فرشتے بھی حیرت میں پڑ جائیں گے کہ اس شخص کے یہ اعمال تو کہیں بھی مذکور و موجود نہیں تھے اب کہاں سے ظہور پذیر ہو گئے ۔تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں اس بندے کے یہ وہ اعمال ہیں جن کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں پاس انفاس ایک ایسا ذکر ہے جس کا الفاظ کے پیکر سے کوئی تعلق نہیں ۔قلب کی دھڑکن کے احساس کے ساتھ ہی اس کا تعلق ہے۔سانس کی آمد و رفت سے دل و دماغ میں اور حضوری قلب سے اللہ اللہ میں مشغول ہونے سے جن روحانی اثرات اور نتائج کا ظہور رہوتا ہے ان سے اللہ کے یہ فرشتے کراماً کاتبین بھی واقف نہیں ہو پاتے کیونکہ نہ الفاظ کی ادائیگی نہ ظاہری کوئی صورت ہوتی ہے جسے فرشتے دائرہ تحریر میں لائیں ۔بزرگان اور اولیاء کرام کے مطابق شیطان بھی ان اعمال سے ناواقف رہتا ہے یہ صرف راز و نیاز اور دل کا معاملہ عابد اور معبود کے درمیان رہتا ہے ۔راہ سلوک میں پاس انفاس سے جو پرواز اور ترقی ہوتی ہے وہ یا تو مرشد کسی طرح توجہ سے معلوم کر سکتا ہے یا پھر خدا ہی جانتا ہے یہاں تو فرشتے کندھوں پر بیٹھ کر بھی ناواقف رہتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو اپنے قرب سے جانتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جائے گا اتنی گناہوں سے دوری ہوتی جائے گی اور ظاہر ہے روحانیت میں اضافہ ہوگا کثافت میں کمی لطافت میں اضافہ ہوگا ۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قرب نصیب فرمائے ۔آمین!

سید محمد عبداللہ بخاری (مدیر فلاح آدمیت)

پیامِ قرآن

اَلَّذِيْنَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔

(سورۃ الرعد ۱۳۔آیت ۲۸)

جو لوگ ایمان لائے اور اطمینان پاتے ہیں جن کے دل اللہ کی یاد سے۔ یاد رکھو اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ (سورۃ النحل ۱۶۔آیات ۴۴۔۴۳)

اور ہم نے تم سے پہلے بھی مردوں کے سوا (رسول) نہیں بھیجے۔ ہم وحی کرتے ہیں ان کی طرف۔ اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔ نشانیوں اور کتابوں کے ساتھ، اور ہم نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کے لئے واضح کر دو جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا۔ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا۔ (سورۃ الکھف ۱۸۔آیات ۲۴۔۲۳)

اور دیکھو، کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کروں گا۔ (تم کچھ نہیں کر سکتے) اِلَّا یہ کہ اللہ چاہے۔ اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو "امید ہے کہ میرا رب رشد سے قریب تر بات کی طرف میری راہنمائی فرمادے گا۔"

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آیا یا اسی طرح کی کوئی بات آپ ﷺ نے فرمائی، وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے سوچا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تا کہ صبح کو تم سب بھی اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمانؑ کی یہ دعا یاد آئی (جو سورۃ ص میں ہے) ''اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا کرنا جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔'' راوی حدیث روح نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس شیطان کو ذلیل کر کے دھتکار دیا۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے رہنے میں اختیار دیا (کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے) بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے یعنی آخرت۔ یہ سن کر ابو بکرؓ رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر خدا نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی کو اختیار کرنے کا کہا اور اس بندے نے آخرت پسند کر لی تو اس میں ان بزرگ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن یہ بات تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آنحضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ ابو بکر آپ روئیے مت۔ اپنی صحبت اور اپنی دولت کے ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے آپ ہی ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن (جانی دوستی تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی) اس کے بدلہ میں اسلام کی برادری اور دوستی کافی ہے مسجد میں ابو بکرؓ کی طرف کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ ایک خادم حلقہ نے بتایا کہ اس مرتبہ ان کے ہاں حلقہ ذکر نہیں ہوا تو اس پر فرمایا:

اگر مچھلیوں کو ایک جگہ خوراک ڈالی جائے تو وہ اس جگہ پر اس وقت ضرور پہنچتی ہیں۔ فرشتے بھی اس جگہ ہر ہفتے ضرور پہنچتے ہیں جہاں ذکر ہوتا ہے۔اب وہ آئے ہوں گے بیچارے اور وہاں ذکر نہیں ہو رہا ہوگا تو وہ مایوس ہو کے واپس چلے گئے ہوں گے۔انہوں نے اللہ میاں کو کیا پیغام دیا ہوگا؟ بتائیں مجھے۔

خادم حلقہ نے مریدین سلسلہ کے عذر کا بتایا تو اس پر فرمایا:

انہوں نے تعلق قائم نہیں کیا ناں یار۔تعلق قائم کرو۔

کہ فرداچون رسم پیش تو از من ارمغان خواہی

مس خامی کہ دارم از محبت کیمیا سازم

اقبال کہتا ہے کہ میرے پاس جو یہ خاکی جسم ہے،اسے میں آپ کی محبت سے کیمیا بنا رہا ہوں۔جب آپ کے پاس پیش ہوں گا تو آپ مجھ سے تحفہ مانگیں گے۔

(ایک خادم حلقہ کے بارے میں بتایا کہ) انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے ہاں حلقہ ذکر نہیں ہوا تو میں نے انہیں ڈانٹا۔ڈانٹا ہی کہوں گا۔پھر مجھے سارا دن خودکوفت ہوتی رہی کہ میں نے ان سے ایسے بات کیوں کی۔مجھے اس وقت تک صبر نہیں ہوا جب تک میں نے ان سے بات نہیں کی۔آپ اندازہ لگائیں۔وہ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے حلقہ نہیں کیا تھا۔

اب مجھے پہلے (خادم حلقہ کا نام لیا کہ) ان سے پتا چلا ہے کہ حلقہ نہیں ہوا تھا۔اب آپ بھی ارشاد فرما رہے ہیں کہ حلقہ نہیں ہوا۔حلقہ کیسے Miss ہو جاتا ہے یار؟

مخاطب نے خادم حلقہ کے بارے میں کچھ کہا تو اس پر فرمایا:

خادم حلقہ کبھی حلقہ سے چھٹی نہیں کر سکتا تھا اور نہ آج تک کی ہے۔خادم حلقہ تو خادم ہوتا ہے۔وہ کون ہوتا ہے Message دینے والا کہ حلقہ نہیں ہوگا؟ وہ تو خادم ہے۔اس کے پاس زبردستی جائیں کہ ہم ذکر کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔تم نہیں آتے تو گھر جا کے سو جاؤ، ہم یہاں بیٹھ کے ذکر کر لیں گے۔اب ذکر کے لئے بھی ہمیں اجازت کی ضرورت ہوگی یار؟ اگر خادم حلقہ نہیں تھا تو اپنے گھر بلا لیتے کہ آ جاؤ میرے پاس ذکر یہاں کر لیتے ہیں۔ مجھے یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے اور مجھے بڑا تپ چڑھتا ہے۔میں نے وہی کہا کہ میں نے (خادم حلقہ کا نام) ان کو بڑے سخت الفاظ میں پوچھا تو مجھے سارا دن کوفت ہوتی رہی۔آپ سے بھی یار میں یہ کہتا ہوں کہ حلقہ نہیں بند کرنا نہیں چھوڑنا۔خواہ اس وقت کوئی ایک آدمی اکیلے بیٹھ کے ذکر کرے۔لا حول ولا قوۃ۔

جس بندے کی حلقے میں شادی ہوتی ہے ناں اس کو ایک مہینے کی حلقے سے چھٹی ہوتی ہے، ذکر سے نہیں۔حلقے سے چھٹی۔یہ انصاری صاحب نے اپنا ایک اصول بنایا تھا۔غیر تحریری دستور کہ جس بچے کی ہمارے حلقے میں شادی ہوا سے ایک مہینے تک حلقے میں حاضر ہونے سے رخصت ہے۔یہ انہوں نے بنایا تھا یہ ٹھیک ہے۔باقی کس کو چھٹی ہے؟

(ماحول سنجیدہ تھا۔محفل میں دوستانہ رنگ لانے کے لئے ذرا مزاح کا رنگ لاتے ہوئے فرمایا:) میرا سالا تھا چھوٹا سا۔اس کو ماں نے تیار کر کے سکول بھیجا۔پہلے دن تو بڑی خوشی سے گیا۔دوسرے دن بھی خوشی خوشی گیا۔تیسرے دن ذرا ڈھیلا تھا۔چوتھے دن ماں سے پوچھتا ہے کہ امی یہ کب تک جانا پڑے گا سکول؟ امی سکول کب تک جانا پڑے گا؟ امی نے کہا کہ بچو!

اب تو یہ آپ کی عمر کے ساتھ ہی ہے۔عمر بھر ہی جانا پڑے گا۔عمر سے پہلے آپ کی چھٹی نہیں ہوسکتی۔(کچھ مسکراہٹیں بکھریں تو فرمانے لگے:)

یہ حلقہ تو عمر کا سودا ہے ناں یار۔ بکے ہوئے لوگ ہیں ہم، یہ کیا کہ آج چھٹی ہے۔ یہ کام ہے۔نہیں آسکے لوگ۔ان باتوں کو نکال دو کہ حلقے کی بھی کبھی چھٹی ہوتی ہے۔

☆ ہمارے حلقہ میں یہ غیر تحریری دستور ہے کہ مرشد سے اجازت کے بغیر داڑھی نہیں رکھ سکتے ہم اس بات کے پابند ہیں۔آج کل داڑھی کا رجحان ویسے کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔دیکھو ناں یہ(ایک بھائی کا نام لیا)اس نے پتا نہیں کس سے پوچھا تھا کہ اتنی بڑی بڑی داڑھی رکھ لی ہے؟ بابا نور تھے ناں جنہیں باباجیؒ نے حلقے سے نکال دیا تھا، اسے بھی شیخ سلسلہ بننے کا شوق تھا تو اس نے سب سے پہلا کام ہی یہ کیا کہ داڑھی رکھی۔اتنی بڑی بڑی داڑھی رکھ کے آگیا۔یہ باباجیؒ کے پاس آئے۔باباجیؒ سب سمجھتے تھے۔انہیں پتا تھا کہ یہ کون سے پیڑ سے حرکت کر رہا ہے۔ وہ آئے تو انہیں کہا کہ یہ منہ پر کیا لگا رکھا ہے تم نے۔یہ کیا ہے؟ تمہیں کس نے کہا تھا داڑھی رکھنے کو۔جتنا اس میں تھا شوق کہ میں بزرگ بن گیا ہوں، داڑھی رکھی ہے، اتنا ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔کہا کہ جاؤ اسے ہٹا کے آؤ میرے سامنے۔وہ گیا تو بعد میں کسی سے کہا کہ اس سے کہو کہ چھوٹی کر کے آئے، اب رکھی ہوئی ہے تو مونڈوائے نہیں۔ذرا چھوٹی کر کے آئے۔

☆ اللہ کے فضل کی بات ہوئی تو اس پر فرمایا:

یہ سارا نظام اللہ کے فضل سے چل رہا ہے۔اس کے بغیر ہم ایک پل زندہ نہیں رہ سکتے یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہمیں اتنی اچھی جماعت سے منسلک کر دیا ہے کہ ہمیں نہ کچھ غم ہے نہ فکر ہے۔ ہماری فکر ہمارے بھائی کرتے ہیں۔ہم ایک دوسرے کا غم کرتے ہیں۔یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہمیں

اپنی نسبت دوسروں کا خیال ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ بس اس اللہ کے فضل کو یاد کریں اور اسی سے اللہ کو یاد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے تو وہ بھی اللہ کا فضل ہو گا کہ ہم اللہ کی یاد کر سکیں۔ اللہ کا فضل بہت بڑی نعمت ہے۔ جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی سارا کچھ اپنے پاس ہی رکھا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ سے ہر وقت، ہر چیز چاہے جوتے کا تسمہ ہو، وہ بھی اللہ سے مانگو اور اسے کسی لمحے بھی بھولو نہیں۔ یہی اللہ کا فضل ہے کہ اس کو یاد کرتے رہیں، یاد کرتے رہیں۔ ہمیں اللہ توفیق عطا فرمائے۔ الحمدللہ، الحمدللہ۔ اللہ کا شکر ہے۔

☆ ایک دفعہ ایسے کوئی شرک کی بات ہو رہی تھی کہ لوگ کرامتوں کی وجہ سے بزرگوں کو پوجتے ہیں تو بابا جی (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اگر کرامتوں کی وجہ سے پوجنا ہے تو پھر سورج کی پوجا کرو کہ سب سے بڑا کراماتی تو یہ ہے۔ جس کی وجہ سے تمہیں زندگی ملی ہوئی ہے۔ اس کے بغیر تم زندہ بھی نہیں رہ سکو گے۔ نہ تمہیں Heat لگے گی، نہ کوئی فصل اُگے گی، نہ اور کچھ ہو گا۔ ہمارے ہاں جو امرود لگے ہوئے ہیں، یہ بڑے میٹھے امرود ہیں۔ جب سے یہ دھند آ رہی ہے، بادل ہیں، وہ پکیں تو میٹھے نہیں ہوتے۔ ایسا ہے۔ یہ دھوپ، گرمی یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی کتنی بڑی افادیت ہے۔ اتنی ضروری ہے۔ بہت بڑی نعمت ہے۔ ہم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلائیں گے۔ اس کی بے شمار نعمتیں ہیں۔

(آن لائن محفل مورخہ یکم جنوری ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ اللہ کے ذکر سے ہی بندگی ہے اور زندگی ہے۔ اس کے بغیر زندگی نہیں ہے، شرمندگی ہے شرمندگی سے اللہ میاں ہم سب کو بچائے اور اپنی یاد عطا فرمائے تا کہ ہمیں زندگی نصیب ہو۔

☆ بابا جی (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے دور میں ایک سالانہ کنونشن کا موقع تھا۔ اس کے اختتام پر جب سب بھائی رخصت ہو رہے تھے تو بابا جیؒ صحن میں عین رستے میں کرسی ڈال کے بیٹھ گئے۔ اب جو آتا ہے کھڑا ہو جاتا ہے، جو آتا ہے کھڑا ہو جاتا ہے۔ سب کھڑے ہیں، ایک دائرہ لگ گیا اور بابا جیؒ درمیان میں بیٹھے ہیں۔ سب پریشان ہیں۔ اداس ہیں۔ بابا جی بھی بڑے اداس بیٹھے ہیں۔ کھڑے ہوئے خاصی دیر ہو گئی تو آپؒ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ بھئی آپ کو پتا ہے آپ لوگ یہاں کیوں آتے ہیں؟ یہ انصاری صاحبؒ بھائیوں سے پوچھ رہے ہیں کہ آپ کو پتا ہے آپ لوگ یہاں کیوں آتے ہیں؟ کوئی نہیں بولا۔ تھوڑی دیر بعد فرماتے ہیں کہ آپ اس لئے آتے ہیں کہ مجھے آپ سے پیار ہے۔ اس لئے آتے ہیں آپ کہ مجھے آپ سے پیار ہے۔

یہ ہے بات۔ جس کے اندر پیار ہوا سے سارے لوگ پیار کرتے ہیں۔ یہ ہمیں مرشد نے سمجھایا کہ بھئی اپنے اندر پیار پیدا کرو۔ دنیا ساری تم سے پیار کرے گی۔ ایسا اللہ ہم سب کو پیار عطا فرمائے۔ اللہ کے توسل سے اگر اللہ کی مخلوق سے پیار ہو جائے تو پھر ان شاء اللہ ہم سب ایک دوسرے کے پیارے ہو جائیں گے۔ پوری مخلوق کے پیارے ہو جائیں گے۔ بس یہ دعا بھی کریں اور کوشش بھی کریں کہ پیار کریں۔ پیار کریں بس۔

پیار کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی سے متعلق کسی بری بات کو ذہن میں آنے ہی نہ دیں۔ ہر کسی کے متعلق اچھا سوچیں۔ اگر کہیں بس چلے، کسی کو خدمت کی ضرورت ہے تو اس کی خدمت کر لیا کریں۔ بس اسی سے پیار بڑھتا رہتا ہے۔ تعلق قائم کرنے سے بنتا ہے کبھی چائے پلا دی، کبھی کھانے پر بلا لیا۔ کبھی خود چلے گئے بہت یاد آ رہی تھی یار آپ کی میں آ گیا ہوں، کیسا حال ہے، گھر پر سب خیریت ہے۔ بس انہیں باتوں سے تعلق بنتا ہے یا بس فون ہی کر لیا۔ تعلق بڑھتا رہتا ہے تو پیار بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۸ جنوری ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ میں نے بابا جی (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ اللہ میاں کی شکل کیسی ہے؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ پانی کی کیا شکل ہے؟ حوض میں ہے تو حوض کی شکل ہے، گلاس میں ہے تو گلاس کی شکل ہے، بوتل میں ہے تو بوتل کی شکل ہے۔ یہ تو آپ کا ظرف کیسا ہے؟ کتنا ہے؟ اس کے مطابق ہی اللہ میاں آئے گا۔

☆ میرے پاس یہاں مرکز تعمیر ملت پر صوابی سے کچھ مہمان آئے۔ یہ ایک صاحب تھے جن کے ساتھ دوسرے ان کے دوست تھے۔ ان سے کافی باتیں ہوئیں۔ رات وہ میرے پاس ہی رہے۔ آج صبح آپ سے پہلے ان کی کال آ گئی تھی کہ رات آپ مجھے خواب میں ملے۔ آپ آگے آگے اور میں پیچھے پیچھے پھر رہے تھے۔ کہیں سیر کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے۔ دو تین بھائی ساتھ اور تھے۔ میں نے کہا یار اصل بات ہے اللہ اللہ کرنا اور اس اللہ اللہ کرنے کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یہ Unlimited ہے۔ جیسے اللہ میاں لامحدود ہے اس طرح اس کی یاد بھی لامحدود ہے۔ اس لامحدود کو مدنظر رکھتے ہوئے لامحدود اللہ اللہ کرو۔ ہمیں جو تعلیم ہے وہ یہی ہے۔ ہماری تعلیم بھی لامحدود ہے۔ کہنے کو تو باباجیؒ نے کہا کہ دو ذکر ہیں ایک پاس انفاس اور ایک نفی اثبات۔ لیکن پاس انفاس کرتے ہوئے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ کیسا چلتا ہے اور کتنا وقت لیتا ہے۔ میں نے کہا یہ اللہ میاں کی یاد قائم رکھیں۔ اس کے علاوہ اور ادھر ادھر دھیان مت دیں۔ پھر کہیں جا کے اگر ایسا اللہ میاں ملے تو یار ہماری کیا خوش قسمتی ہے۔ ہم تو ترس گئے۔ ہمیں تو ملا نہیں ابھی تک۔

☆ ہمارے بھائی ملک بخشش الٰہیؒ جو تھے انہیں ایک دفعہ کوئی دیدار کا واقعہ پیش آیا۔ انہوں نے بابا جی (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو ایک خط لکھا اور اس میں باباجیؒ کو ایک دعا دی

کہ آپ کی وجہ سے مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ باباجیؒ نے آگے سے جواب دیا کہ ملک صاحب مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔باقی رہا میں تو مجھے اگر جنت الفردوس مل گیا تو میرے لئے وہ دوزخ سے بھی بدتر ہوگا میں نے تو جانا ہے اپنے یار کے پاس۔ مجھے تو سرے سے جنت کی طلب ہی نہیں ہے۔میں نے تو وہاں جانا ہے۔خود تو آپ اللہ میاں سے مل لئے اور میرے لئے آپ جنت الفردوس مانگ رہے ہیں تو میرے ساتھ یہ زیادتی مت کریں۔باباجیؒ کا یہ خط بڑا Interesting تھا۔ہم نے پڑھا تو بڑا مزہ آیا۔

☆ اللہ کی یاد کو اپنے خیال میں بسالو۔اپنے خیال کو اس سے ملنے نہ دو۔ وہی سارا راز ہے کامیابی کا راز اللہ میاں کی یاد ہے۔بس اس کو پکڑے رکھو۔اس کی یاد کو دن بدن گہری کرتے جاؤ یہی اول و آخر ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ سب کی راہنمائی فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقلال بخشے۔اللہ مستقل مزاجی بخشے۔اللہ اپنا فضل فرمائے۔

☆ کراچی کے سعود آباد حلقے میں مشہور تھا کہ یہ توحیدی لوگ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔مغرب کی نماز کے وقت باباجی (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) خود سب کو لے کے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے تا کہ یہ الزام جو ہم پر لگ رہا ہے یہ مٹے۔آپ آگے اور ہم سارے بھائی آپ کے پیچھے مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے۔اس زمانے میں واقعی ایسا کوئی چکر تھا کہ ہمارے بھائی اکیلے کھڑے ہوتے اور بڑے مزے لے لے کے نماز پڑھتے تھے۔ مسجد میں جماعت کے ساتھ کچھ فاسٹ نماز پڑھاتے تھے تو بھائیوں کو مزا نہیں آتا تھا تو وہ پھر گھر پر ہی نماز پڑھتے۔اس لئے یہ وہاں لوگوں میں تاثر عام ہو گیا کہ یہ لوگ گھر پر نماز پڑھتے ہیں،

مسجد میں نماز نہیں پڑھتے۔اس بات کا بابا جی کو پتا چلا،وہاں گئے تو سب کو لے کے خود مسجد میں گئے یہ ہے ذمہ داری کی بات۔جنہیں احساس ہوتا ہے وہ ان سب باتوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

☆ یہ سمجھنے کی بات ہے۔بابا جی (انصاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ) نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کرائی ہے، سارا کچھ لکھا ہے۔وہ یہ کہ وقت کے شیخ کی تابعداری اور فرمانبرداری بہر حال مقدم ہے۔ جو لوگ سلوک طے کرنا چاہتے ہیں انہیں اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا۔باقی اللہ ہم پر فضل فرمائے ہم تو حیدیوں میں سے تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر چاہے بھی تو انصاری صاحبؒ سے جان نہیں چھڑا سکتا کیونکہ ایک ایک لفظ ان کا ہے۔ان کی تعلیمات جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ اتنے سال یا ہزار سال تک چلیں گی تو یہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب ہمارے پاس ناواقف لوگ آجاتے ہیں کہ فلاں کتاب انصاری صاحبؒ کی ہمیں چاہئے، یہ ہم نے پڑھنی ہے۔اب یہ کئی ناواقف لوگ نکل رہے ہیں۔وہ کتاب بھی ہے انصاری صاحبؒ کی ہمیں وہ دے دیں یا یہ کتاب ہمیں ملی ہے ہم نے پڑھی ہے۔وہ کیسے ہے ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔آج کل لوگ انصاری صاحبؒ کی کتب پہلے سے زیادہ ڈیمانڈ کر رہے ہیں۔یہ سب ان کا فیض ہی ہے جو چل رہا ہے۔

☆ جب آدمی سلوک طے کر رہا ہوتا ہے تو بزرگوں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں، انبیاء سے ہوتی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہیں۔یہ سارا کچھ سلسلے کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی ہوتا ہے۔جس سلسلے کی تعلیم پر آپ عمل کر رہے ہیں اسی کی وساطت سے آپ کی دوسرے بزرگوں سے اور یہاں تک کہ انبیاء سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔یہ سب اسی سلسلے کی وجہ سے ہوتا ہے جس پر آپ گامزن ہیں، جس کی تعلیم پر آپ عمل پیرا ہیں۔یہ اسی کی وساطت سے ہے، اسی کی برکت ہے، اسی کا فیض ہے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۲ جنوری ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

مکتوبات محمد صدیق ڈار توحیدیؒ

(مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء از نوکھر ضلع گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضیٰ صاحب۔ اسلام آباد)

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا۔ رمضان المبارک کی اپنی مصروفیات اور مہمانوں کی آمد کی وجہ سے جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

الحمدللہ صحت اب ٹھیک ہے۔ سردی کے موسم میں بلغمی مزاج کے باعث سانس کی تکلیف ہو جاتی تھی۔ کوئی بیس برس سے یہی معاملہ چل رہا تھا۔ یہاں نوکھر ہی میں ایک نیم حکیم مخلص دوست نے معجون کچلہ بنا کر کھلائی جس سے گذشتہ دو سال کافی آرام سے سردی کا موسم گزرا۔ انگریزی دواؤں اور ٹیکوں کی ضرورت نہ پڑی۔ پچھلے برس ایک بھائی نے اطریفل اسطوخودوس شروع کرائی جس سے معجون کچلہ کی بھی ضرورت نہیں پڑی۔ ستمبر اکتوبر میں پیشاب کی رکاوٹ ہوگئی۔ چیک اپ کرایا تو گردے مثانہ وغیرہ الحمدللہ ٹھیک تھے اور گلینڈ بھی نارمل سائز کا تھا۔ سپیشلسٹ چھوٹا سا آپریشن تجویز کر رہے تھے جس کے لئے پہلے بلڈ ٹیسٹ ہوا تھا۔ پھر ہومیو میڈیسن استعمال کی جس سے کافی فائدہ ہوا اور پیشاب نارمل آرہا ہے۔ دوبارہ ٹیسٹ پر رپورٹ پہلے سے بہتر تھی۔ چنانچہ سرجن صاحب نے کہا کہ ہومیو میڈیسن جاری رکھیں اور تیسری مرتبہ پھر بلڈ ٹیسٹ کرائیں گے تو پھر دیکھیں گے کہ آپریشن کی ضرورت ہے یا نہیں۔ چنانچہ ۷ جنوری اتوار کو مرکز پر ماہانہ مجلس کے لئے گئے تو واپسی پر ٹیسٹ کیلئے خون دے آیا تھا۔ ہفتے بعد رپورٹ ملے گی۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب کچھ درست فرما دے اور آپریشن کی ضرورت نہ ہی پڑے۔ آمین!

عبدالقیوم صاحب نے اطلاع دی تھی کہ ماہانہ مجلس پر ممکن ہے حاجی محمد مرتضٰی صاحب چند بھائیوں کے ساتھ تشریف لائیں لیکن غالباً موسم کی خرابی کے سبب پروگرام نہ بن سکا۔ بہر حال رونق ہو گئی تھی۔ گوجرانوالہ، گکھڑ، نوکھر، ڈسکہ، نوشہرہ اور لاہور سے بھائی آ گئے تھے۔ ملتان سے بھی چار بھائی آئے جو میرے پاس یہاں دو رات ٹھہرے۔

اچھا کیا جو لاہور قبلہ حضرتؒ کے پاس حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔ شاہد صاحب کے جو لوگ نزدیک رہے ہیں وہ ان کے کردار کے بارے میں خوب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے مطابق ہی ہم سب کے ساتھ معاملہ ہو گا۔ اللہ ہمیں ہدایت دے اور اپنی رضا کی راہ پر چلائے۔ آمین!

فنڈ کے بارے میں آپ کا خیال درست ہے۔ اسلام صاحب پر خلوص بھائی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کام میں باقاعدگی آ جائے۔ ویسے بھی مرکز کی ہر ہدایت پر فوری عمل درآمد کرتے رہنے سے جماعت فعال رہتی ہے۔

نیا سال شروع ہوتے ہی ہم سالانہ اجتماع کے لئے تیاری اور سوچ بچار شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں سے فراغت ملی اور صحت کی طرف سے بھی اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تو پھر دیکھیں گے کہ پنڈی اور رسالپور کا پروگرام بن سکتا ہے کہ نہیں۔

☆ سالانہ گوشوارہ بنانے کے لئے سلسلہ کی کتابوں کی فروخت کی رقم اگر کچھ جمع ہوئی ہو تو وہ بھیج دیں تاکہ اس سال میں دکھائی جا سکے۔ اگر رقم تھوڑی سی ہو تو نہ بھیجیں۔ اجتماع پر جمع کرا دیں۔

☆ جنوری فروری مارچ میں تعمیر ملت، چراغ راہ، طریقت تو حیدیہ، حقیقت وحدت الوجود کا مطالعاتی دورہ سب بھائیوں کو کرائیں۔ دسمبر کے مجلّہ میں اطلاع دی تھی لیکن اس میں تاخیر ہو گئی ہے۔ تمام برادران کو سلام کہہ دیں۔

(مورخہ ۱۸ جون ۲۰۰۱ء از نوکھر ضلع گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضٰی صاحب۔ اسلام آباد)

آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ آپ کا ارسال کردہ ماہ مئی کا حلقہ فنڈ مل گیا تھا بلکہ ماہ جون کا فنڈ بھی آج مل گیا ہے۔ جزاک اللہ۔ عید میلاد پر گکھڑ والے بھائی چھوٹی سی مجلس اور حلقہ ذکر کا پروگرام بناتے ہیں۔ چنانچہ 3/6 بروز اتوار کو مرکز پر حاضری ہوئی اور 5/6 منگلوار گکھڑ گیا اور رات وہاں ہی قیام ہوا۔

یہ پڑھ کر اطمینان ہوا کہ خورشید صاحب کی صحت اب ٹھیک ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین۔ وہ ہمارے بڑے پیارے اور پرخلوص بھائی ہیں برادرم عتیق عباسی صاحب کو کہیں کہ مجھے خط لکھیں میں انہیں دل کی تکلیف کے لئے ایک وظیفہ بتانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ انہیں عافیت سے رکھے۔ آمین۔

عبدالسلام صاحب کے بارے میں آپ نے درست فیصلہ کیا۔ خادم حلقہ کے جو فرائض ہیں وہ براہ راست اس کی ذمہ داری ہیں۔ سہولت کی خاطر اگرچہ بھائیوں کا تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن ذمہ داری منتقل نہیں کی جا سکتی۔ پشاور والے سرتاج صاحب بہت اچھے اور خدمت کرنے والے بھائی تھے۔ وہ ہمارے اجتماعات میں بھی شریک ہوتے رہے۔ پنڈی والے بھائیوں کی سفارش پر میں بھی دو مرتبہ پشاوران کے پروگرام میں شریک ہوا۔ ان بھائیوں کو خوش فہمی بلکہ یقین کامل تھا کہ سرتاج صاحب ہمارے ساتھ ضرور شامل ہو جائیں گے لیکن ان کی سوچ علیحدہ تھی اور جب اللہ تعالےٰ نے انسان کو انتخاب کی آزادی دی ہے تو ہم کیوں روڑے اٹکائیں۔ میں نے ان کو خطوط بھی لکھے کہ آئیں ہم مل کر بانیٔ سلسلہ کی تعلیم کو من وعن آگے بڑھانے کے کام میں لگ جائیں۔ وہ بیعت ہونے کا عندیہ بھی دیتے رہے۔

اب جبکہ انہوں نے واضح طور پر علیحدہ راہ اختیار کرلی ہے تو اب ان کی مجلس میں شمولیت کا کوئی جواز نہیں ہے اور کسی بھائی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ رضا علی شاہ صاحب نے انہیں درست جواب تحریر کیا تھا کہ اب ہمارا آپکا کوئی تعلق نہیں ہے۔

عبدالسلام صاحب اگر کسی بھی وجہ سے ہمارے ساتھ چلنا نہیں چاہتے تو وہ بڑی خوشی سے علیحدہ ہو سکتے ہیں اور اپنی مرضی کے حلقہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ وہ مجھے لکھ کر بیعت منسوخ کرنے کی اطلاع دے دیں تاکہ میں انہیں معاہدہ بیعت سے آزاد کردوں تاکہ وہ کسی دوسرے بزرگ کی بیعت میں شامل ہوسکیں۔ نکاح پر نکاح نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اللہ والے مریدوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم خوشی سے انہیں رخصت کرنے کے لئے تیار ہیں اگر کوئی اور وجہ ہو تو بھی لکھیں۔ آپ میرا پیغام انہیں دے دیں۔ حلقہ فنڈ کے لئے سارے بھائیوں کو تاکید کرتے رہا کریں۔ جو بھائی بالکل نہیں دیتے انہیں بھی یاددہانی کراتے رہیں اور اگر ضرورت سمجھیں تو مجھے لکھیں تاکہ میں انہیں تاکید کروں۔ فنڈز کے بغیر تو کوئی تحریک آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ضرورت یہ ہے کہ ہر بھائی اپنی سکت کے مطابق باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ اپنا حصہ ڈالتا رہے۔ ہر بھائی سلسلہ کی تعلیم، تعارف اور حلقہ کی دعوت اپنے احباب کو ضرور پہنچاتے رہیں۔ ہماری تبلیغ کا یہی طریقہ ہے۔ یہ مسلمان بھائیوں کی اصلاح وخدمت کا کام ہے اور اس سے بڑی کوئی نیکی نہیں۔ جو کتابیں آپ کے پاس تھیں ان کی فروخت سے اگر کوئی رقم آپ کے پاس ہو تو وہ بھیج دیں۔ کتابوں کی تفصیل بھی لکھ بھیجیں کہ ہر کتاب کی کتنی کتنی جلدیں اس وقت آپ کے پاس موجود ہیں۔ تمام برادران کو سلام کہہ دیں، گھر میں اہل خانہ کو سلام۔

نقوش مہر ووفا

(ازفرمودات قبلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(سید رحمت اللہ شاہ)

ایک بزرگ بھائی کی بات چلی کہ ان کا خیال ہے کہ وہ دعوتی سرگرمیوں میں متحرک نہیں ہیں اس لئے قبلہ شیخ سلسلہ ان سے ناراض ہیں۔اس پر فرمایا:

ان سے بات ہوئی تھی کہ ذرا Actively part لیں، یہ علیحدہ ہو کے بیٹھنے والی بات نہیں ہے۔اس Topic پہ ان سے بات ذرا ہوئی ہے کہ آپ Actively ذرا آگے آئیں کیونکہ جس مقصد کے لئے حلقہ بنایا گیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ آپ میں اتنی بزرگی آجائے اور آپ ایک طرف بیٹھ جائیں۔چپکے سے بیٹھ جائیں،اظہار بھی نہ کریں،کوئی کام بھی نہ ہو کہ ریاکاری نہ ہو جائے۔میں نے بتایا کہ ریاکاری لوگوں کے دیکھنے سے نہیں ہوتی۔ریاکاری آپ کے دکھلانے سے ہوتی ہے۔آپ کی نیت سے ہوتی ہے۔یہ نہیں ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے،لوگ دیکھیں گے تو ریاکاری ہو جائے گی۔مسلمانوں کی تو نماز ہی ایسی ہے جس کو سارے دیکھتے ہیں۔ہندوؤں کا بند مندروں میں ہوتا ہے،عیسائیوں کا بھی کلیسا میں ہوتا ہے۔مسلمانوں کی کھلی کھلی مسجدیں ہوتی ہیں،باہر لوگ نماز پڑھ رہے ہیں،باہر صحن میں صفیں بندھی ہیں اور لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔عید کی نماز ویسے ہی حکم ہے کہ باہر پڑھو جا کے،میدان میں پڑھو۔

ریاکاری دیکھنے سے نہیں ہوتی۔دکھلانے سے ہوتی ہے۔یہ کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں تو لمبے لمبے سجدے کریں،لوگوں کو یہ دکھائیں کہ یہ بڑا نمازی آدمی ہے۔دکھلاوا آپ کی نیت سے ہوتا ہے، دیکھنے سے نہیں ہوتا۔آپ یہ دل میں نہ کریں کہ میں بزرگی کے لئے کر رہا ہوں۔کسی آدمی کو اللہ اس لئے سکھا رہا ہوں کہ اس سے میں فائدہ اٹھاؤں گا۔یہی کرنا ہے تو پھر باباجیؒ نے کہا کہ آپ پھر نہ ہی کریں اپنی بزرگی کا احساس ہوا اس میں کوئی غرض ہے کہ اس سے وہ حاصل ہو تو پھر آپ نہ کریں۔محض اللہ کی

رضا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے لئے کام کرنا ہے۔ حضور ﷺ کی امت کا یہ ایک انسان ہے، یہ فلاح کے راستے پہ چلے، دو جہاں میں کامیاب ہو جائے۔ جس مقصد کے لئے اسے پیدا کیا ہے وہ حاصل ہو جائے۔ بس یہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہونا چاہئے۔ بس وہ دل میں ہو۔ تو اس کے لئے کرنا ہے۔

بابا جیؒ نے یہ حلقہ اسی لئے بنایا ہے۔ پیری مریدی کے لئے نہیں بنایا۔ بابا جیؒ فرماتے تھے: میں انسٹرکٹر بنا رہا ہوں، میں نے اصلاح کی تحریک کے لئے یہ بنایا ہے۔ ہر آدمی اہل ذکر بن جائے، آگے وہ کام کرے۔ یہ جو بیٹھ جانے والی بات ہے تو پھر یہ Condemned (غیر تسلی بخش) ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اس لئے بنایا نہیں گیا اس لئے وہ روحانیت جو ہے وہ خراب ہو جائے گی۔ جو بھی ایسے بیٹھ جائے گا اس کا کام ٹھیک نہیں رہے گا۔ یہ بات ذہن سے نکال دیں کہ مجھے خادم حلقہ لگا دیا ہے تو میں کروں گا تو یہ Show off ہو جائے گا۔ میں لوگوں کو اکٹھا کر کے ذکر کی بات کروں گا تو یہ دکھاوا ہو جائے گا۔ آپ کو یہ کرنا ہے۔ آپ اس کو ذرا Actively کریں۔ یہ بات ان کو کہہ دی تھی۔

یہ ناراض ہونے والی بات جو ہے ایسا نہیں ہے۔ وہ تو اس دفعہ جب وہاں گئے تھے تو ان کے ہاں ٹھہرے تھے۔ وہ تو بڑے اچھے بھائی ہیں، ان کو ذرا Active ہونے کے لئے میں نے کہا تھا کہ آپ ذرا Aggressive ہو کے کام کریں۔ کوئی سیٹ سنبھالیں، خادم حلقہ یا یہ ذکرا ذکار، جو بھی آتے ہیں ان کو لگائیں۔ ذکر پر لگائیں اور ان کو آگے چلائیں۔ خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایسے تو نہیں ہو جاتا کہ آپ کہہ دیں تو ہو جائے، مسلسل محنت کرنی پڑتی ہے۔ آگے اللہ کا Factor ہے، جس کا منظور ہوگا، وہی آئے گا۔ آپ جتنا مرضی کوشش کریں۔ خدا نے جس کو دینا ہوتا ہے اسی کو لاتا ہے۔ بابا جیؒ کہتے ہیں کہ ہم تو ہر ایک کو Pipe لگاتے ہیں کہ اس کو جائے لیکن وہ Valve اس کے کنٹرول میں ہے۔ کس کو دینا ہے، کس کو نہیں دینا، کس کو کتنا زیادہ دینا ہے، کس کو کم دینا ہے، یہ اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ نہیں دینا چاہتا تو کہتا ہے کہ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا، آپ کا یہ ہے کہ آپ پہنچا دیں بس۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ ایمان کیوں نہیں لائے؟ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ جہنم میں کیوں گئے؟ آپ پہنچا دیں بس۔ اس کے لئے اُنہیں کہا تھا کہ یہ Actively کرنا چاہئے، ہمارا کام بڑا اہم ہے۔ یہ بڑا Important ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے۔

مرشد سے تعلق اور محبت

(سید محمد عبداللہ بخاری)

حدیث شریف میں اللہ والوں کی محبت کو خدا پاک سے مانگنا سکھایا گیا ہے۔

جامع الترمذی میں حدیث پاک ہے۔

"اے خدا میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور انکی بھی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت رکھنے والے ہیں"۔

اہل اللہ کو جو قرب حق تعالیٰ کا عطا ہوتا ہے وہ اس قدر پر لطف ہوتا ہے کہ جو بھی انکے پاس بیٹھتا ہے وہ سکون اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے اللہ والوں کی محبت ہمیشہ قائم رہنے والی ہوتی ہے اور یہ صرف اللہ کیلئے بغیر کسی غرض کے ہوتی ہے اور اللہ کے قریب کر دیتی ہے جب شیخ سے قلبی محبت ہو گی تو اسکی اچھی اچھی عادات سالک کے اندر شعوری اور غیر شعوری طور پر آ جائیں گی۔ حدیث پاک میں ہے ہر آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے اگر دوست اچھا اور بندہ مقبول ہے تو سالک کے اندر بھی مقبولیت کے اعمال و آثار شروع ہو جائیں گے۔ کامل مرشد کا صحبت یافتہ ہونا بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مرشد کی محبت بخشے اور انکی لمبی صحبت عطا فرمائے۔ مرشد اور مرید کا باہمی تعلق استاد اور شاگرد کا ہوتا ہے اور بیعت کے بعد مرشد اپنے مرید کی اصلاح کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور مریدین محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول کی محبت کو تمام مخلوقات کی محبت پر

مقدم رکھیں گے اور اپنے مرشد و شیخ کے حکم کی بلاچون و چراں تعمیل کریں گے اور اس بیعت کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت وقرب میں آ جائیں۔ شیخ سے اگر اخلاص وجذبہ اصلاح کے ساتھ اصلاحی تعلق قائم کیا جائے تو ضرور نفع ہوتا ہے اور احسان و سلوک کی منزلیں با آسانی طے ہو جاتی ہیں۔ مریدین کے تمام معمولات کا اصل اصول رابطہ شیخ ہے۔ ہر وقت شیخ سے رابطہ میں رہنا چاہیے۔ رابطہ پر ہی شیخ اصلاح کا سلسلہ جاری رکھے گا اگر چہ مریدین پر شیخ کی طرف سے نظر ہوتی ہے مگر پھر بھی شیخ سے رابطہ اس تعلق اور عقیدت کو مزید پختہ کرتا ہے۔ ذکر اذکار میں توجہ بڑھ جاتی ہے۔ شیخ کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہنا، فون، خط و کتابت کرنا اور اپنے بارے میں آگاہ وباخبر رکھنا اور جاری کردہ ہدایات پر عمل کرنا اور اپنی زندگی ان ہدایات کی روشنی میں بسر کرنا اور مزید شیخ کے حکم کے منتظر رہنے سے سلوک کی منازل آسان ہو جاتی ہیں۔ سالک جتنا شیخ سے رابطہ قائم رکھے گا اتنا ہی اسکا روحانی تعلق شیخ سے مضبوط ہوگا۔ شیخ سے سالک چاہے کتنا دور ہو یا نزدیک اسکا دل شیخ کی محبت سے ہر وقت سرشار رہے۔ اسکا دل شیخ کے دل سے جڑا رہے۔ جب مرید کے تمام امور شیخ کی منشا اور خیال کے مطابق ہو جائیں تو اس حالت میں سالک کو شیخ سے فیض ہر وقت تسلسل سے ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس شخص کیلئے جسمانی فاصلے فیض میں رکاوٹ نہیں بنتے دور دراز بیٹھ کر وہ فیض اور استفادہ حاصل کر رہا ہوتا ہے جو شیخ کے پاس غفلت میں رہنے والے حاصل نہیں کر پاتے۔

شیخ سے استفادہ کی شرائط میں ہے کہ شیخ سے مرید کی کامل درجے کی عقیدت ومحبت ہے ہر وقت اطلاع حالات جاری رہیں۔ شیخ کی ہدایات کی اتباع کرے، تزکیہ باطن اور تصوف میں شیخ کی اطاعت وفرمانبرداری جاری رکھی جائے۔ جس طرح نظر کی تاثیر ہوتی ہے جو کہ

احادیث مبارکہ میں ثابت ہے اسی طرح دل اور اسکی توجہ کی تاثیر ہوتی ہے۔ بسا اوقات شیخ کی توجہ کی تاثیر سے مرید کا دل بدل جاتا ہے۔ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے شیخ یا پیر کے اختیار میں نہیں ہے۔ جب یہ خیال کیا جائے کہ شیخ کے دل سے دل ملا ہوا ہے اور شیخ کے قلب سے فیض ایک نور کی شعاع کی صورت میرے دل میں آرہا ہے تو شیخ کی روحانی اور ایمانی کیفیات جو کہ درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہیں تو یہ شخص بھی ان سے بالواسطہ مستفید ہوتا رہتا ہے اور اسکے کمالات سے وافر فیض حصہ میں پاتا ہے اور شیخ سے اسطرح کا تعلق قلبی تعلق کہلاتا ہے۔ جب سالک اپنے حالات کی اطلاع شیخ کو دیتا رہتا ہے تو اسکی اصلاح آسان ہوجاتی ہے۔ ہر وقت مرشد کی نظر میں رہتا ہے۔ فیض و برکات حاصل کرتا رہتا ہے جس سے نیکی پر چلنا آسان ہوجاتا ہے اور مصیبت سے بچا رہتا ہے۔ شیخ سے تعلق مضبوط رکھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ شیخ سلوک میں جس مقام پر پہنچتا ہے مرید کو بھی اس مقام تک رہنمائی کرکے پہنچا دیتا ہے۔ شیخ سے کامل درجہ کی محبت وعقیدت درجات کی بلندی اور قرب الٰہی کا آسان ترین ذریعہ ہے بلکہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"آدمی اسکے ساتھ ہوگا جس سے اسکی محبت ہوگی"۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: "تو اسکے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو نے محبت کی"

اسطرح جب سالک اپنے شیخ کے ساتھ ہوگا تو اسکا شیخ اپنے شیخ کے ساتھ ہوگا۔

تو اسطرح شجرہ کے مطابق آخر کار یہ سلسلہ آنحضرت محمد ﷺ پر ختم ہوگا۔ اسطرح پوری لڑی کو آخرت میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ شیخ سے عشق و محبت بڑھنے اور سنت کی پیروی نبی کریم ﷺ سے محبت بڑھنے کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

اگر مرید بیعت ہو کر مرشد سے رابطہ ختم کر دے تو اسکی روح بیمار ہو جاتی ہے۔ مرشد کے دیدار سے روح کو تازگی ملتی ہے اگر مرشد ناراض ہو جائے تو دنیا و آخرت دونوں کا خطرہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری والے (عطر فروش) اور بھٹی والے (لوہار) کی طرح ہے۔ کستوری والا خوشبو یا تو تمہیں عطا کر دے گا یا تم اس سے خرید لوگے یا اس سے اچھی خوشبو پاؤ گے۔ بھٹی والا تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے (بخاری مسلم)۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ کونسا دوست بہتر اور افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔"جس کا دیدار تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلا دے اور جسکی گفتگو تمہارے عمل میں زیادتی کا باعث ہو اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد تازہ کرا دے(مجمع الزوائد 10 ص 226)۔

بیعت کا مقصد ہی سلسلہ توحیدیہ میں قرب الٰہی اور باری تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا مرشد سے تعلق اور محبت ہی ہر بہتری کی طرف لے جائے گی اور بالآخر سالک اپنی منزل پا لے گا۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی کتاب طریقت توحیدیہ میں سلسلہ کی تعلیم اور ابتدائی آداب سلوک میں مرشد اور مرید کے تعلق کی بڑی بہترین اور جامع وضاحت فرمادی ہے۔ اس جیسی یا اس سے بہتر وضاحت کہیں نہیں ملتی اللہ تعالیٰ ہمیں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رزق میں بے برکتی کے اسباب!

(محترم سجاد سعدی)

مال کی بے جا محبت، جمع کرنے کی ہوس، اس پر اترانا تو بے شک بہت بڑی برائی ہے اور اسلامی زندگی میں اس کا کوئی جواز نہیں، لیکن اچھے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ حلال مال کمانا ایک پسندیدہ کام ہے، تاکہ معاشرے میں غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔ آج ہم اپنے مسائل کے حل کے لئے مشکل ترین دنیوی ذرائع استعمال کرنے کے لئے تو تیار ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کردہ روزی میں برکت کے آسان ذرائع کی طرف توجہ نہیں کرتے، جو نہایت ہی افسوس کا مقام ہے۔ گھمبیر معاشی و معاشرتی مسائل نے لوگوں کو بے حال کر دیا ہے۔ شاید کوئی گھر ایسا ہو کہ جہاں حالات کا رونا نہ رویا جاتا ہو اور بے روزگاری، تنگ دستی تو گویا ایک بین الاقوامی مسئلہ بن چکی ہے رزق میں برکت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے رزق میں بے برکتی کے اسباب تلاش کئے جائیں، تاکہ رزق میں بے برکتی کے اصل حقائق تک رسائی ہو۔ رزق کی بے قدری اور بے حرمتی سے کون سا گھر خالی ہے، بنگلے میں رہنے والے ارب پتی سے لے کر جھونپڑی میں رہنے والے مزدور و محنت کش تک سب اس حوالے سے غفلت اور بے احتیاطی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ شادی و دیگر تقریبات میں قسم قسم کے کھانے ہوں یا گھروں میں برتن دھوتے وقت بچا کچھا کھانا۔۔۔ یہ جس طرح ضائع کیا جاتا ہے اس سے کون واقف نہیں؟

کاش رزق میں تنگ دستی کے اس عظیم سبب پر ہماری نظر ہوتی اور اصلاح کی کوشش کی جاتی تو بہت اچھا ہوتا، کیوں کہ یہ بیماری عام ہے، جس میں ہماری اکثریت مبتلا ہے۔

آج کل کئی دکان دار کاروبار میں بندش ختم کرانے کے لئے تعویذ، عملیات اور دعا کے ذرائع تو اپناتے ہیں، مگر روزی میں برکت کے زائل ہونے کے ایک بڑے سبب خرید و فروخت میں بے احتیاطی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ آپ ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ تجارت میں قسم کی کثرت سے پرہیز کرو، کیوں کہ اس سے مال تو فروخت ہو جاتا ہے، لیکن مال میں برکت نہیں رہتی، جس طرح روزی میں برکت کے ذرائع موجود ہیں، اسی طرح اس میں تنگی کے اسباب بھی پائے جاتے ہیں، اگر ان سے بچا جائے تو روزی میں برکت ہی برکت ہوگی۔ انشاءاللہ۔

تنگ دستی اور بے برکتی کے اسباب: نماز میں سستی کرنا، گناہ کرنا، خصوصاً جھوٹ بولنا، نیک اعمال میں ٹال مٹول کرنا، بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا، ماں باپ کے لئے دعائے خیر نہ کرنا، اندھیرے میں کھانا کھانا، دروازے میں بیٹھ کر کھانا، بغیر دسترخوان بچھائے کھانا، دانتوں سے روٹی کترنا، چینی یا مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن استعمال میں رکھنا، کھانے کے بعد جس برتن میں کھانا کھایا اسی میں ہاتھ دھونا، کھانے پینے کے برتن کھلے چھوڑ دینا، دسترخوان پر گرے ہوئے کھانے وغیرہ کے ذرے اٹھانے میں سستی کرنا، گھر میں مکڑی کے جالے لگے رہنے دینا، چراغ کو پھونک مار کر بجھانا، ٹوٹی ہوئی کنگھی استعمال کرنا وغیرہ۔ روزی میں برکت کے طالب کو چاہیے کہ وہ بے برکتی کے اسباب پر نظر رکھتے ہوئے ان سے نجات کی ہر ممکن کوشش کرے اور یہ بھی واضح ہو کہ کثرت گناہ کی وجہ سے رزق میں برکت ختم ہو جاتی ہے، اس لئے گناہوں سے بچنے کی ہر صورت کوشش کریں، کیوں کہ کثرت گناہ آفات کے نزول کا سبب بھی ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ دو چیزیں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں، مفلسی اور چاشت کی نماز یعنی جو کوئی چاشت کی نماز کا پابند ہو گا وہ کبھی مفلس نہ ہوگا۔ غربت بیروزگاری اور تمام مشکلات کا خاتمہ اس وقت ہوگا جب خوش حالی کے ذرائع کو اپنایا جائے گا۔

خوش حالی لانے والی سات چیزیں! قرآن پاک کی تلاوت کرنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا، غریبوں اور مجبوروں کی مدد کرنا گناہوں پر نادم ہو کر معافی مانگنا، ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، صبح کے وقت سورۂ یٰسین اور رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھنا۔ اگر آج ہم صدق دل سے بے برکتی والی چیزوں سے اجتناب کرنے اور برکت والی چیزوں کو اپنانے کا تہیہ کرلیں تو ہمارے گھر سے بے برکتی کا خاتمہ اور برکت کا نزول ہوگا، ورنہ خسارہ ہی خسارہ رہے گا۔

باہمی تعلقات میں خرابی کی وجہ یہ ہے کہ ہم دوسروں سے غیر معمولی توقعات وابستہ کرلیتے ہیں، مثلاً اولاد، رشتہ داروں، ازواج، دوست اور قریبی ساتھیوں کے متعلق اندازے اخذ کرلیتے ہیں کہ ہم سے وہ بہت اچھا رویہ اپنائیں گے یا فلاں موقع پر کچھ دیں گے یا کچھ کہہ دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ تو جب وہ ہماری توقعات پر پورا نہیں اترتے تو ہم مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں، شک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، ذہن میں طرح طرح کی کھچڑی پکتی ہے ''ایسا اس لیے ہوا ہے یا یہ وجہ ہوگی وغیرہ وغیرہ'' پھر اس مایوسی سے اجنبیت اور دوری ہونے لگتی ہے اور ہم لوگوں سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں، حالاں کہ اس کا زیادہ سبب ہم خود ہیں۔ خوش حالی کے دور میں ہمارے ملنے جلنے والے لوگ بڑھ جاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ سب ہم سے مخلص ہوں، بعض نام نہاد دوست صرف دولت کے ساتھ ہوتے ہیں، جن میں خلوص ہوتا ہے نہ دردمندی ، دراصل جنہیں ہم سے محبت کرنا ہوتی ہے وہ ہمارے دنیاوی لوازمات (گھر، لباس، گاڑی، بنگلہ، زیور، بینک بیلنس) کے بغیر بھی محبت کرتے ہیں۔ اگر انسان کی تمام کوششیں صرف اپنی ذات کی خوشی حاصل کرنے کے لئے اپنے آرام، اپنے کھانے پینے اور تفریح کے لئے ہوں تو کوئی اس کے ساتھ بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ انسان بڑے پیمانے پر

لوگوں سے تعلقات رکھتا ہے اور ہر طرح سے دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ تو بہت سی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور عملی طور پر زندگی گزارنا بے حد دشوار ہو جاتا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہم پر بھروسا کریں تو خود اپنے اہل خانہ، رشتہ داروں کے ساتھ قابل اعتماد ہو جائیں، ایسا رویہ اپنائیں کہ وہ بلا تکلیف اپنے حالات ہم سے کہہ سکیں۔

دوسروں کو اپنے سخت رویے اور حاکمانہ ذہنیت سے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی یہ سمجھیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یا کرنے والے ہیں وہ سب لوگ بے چوں چراں مان لیں گے اور ہماری بات سے کوئی اختلاف نہیں کرے گا۔ اپنے رویہ سے اپنی گفتگو سے بے زاری اور عداوت کو ختم کریں اگر اتفاق سے کسی کو تکلیف پہنچ جائے تو فوراً معذرت کرلیں لوگوں کے مسائل کو درد مندی اور خیر خواہی سے سنیں اچھے کاموں کی خوش دلی سے داد دیں، تاکہ دوسروں کی حوصلہ افزائی ہو۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہو، پھر جیسا موقع ہو الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہو کر۔ ہاں، تم میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو لڑائی سے جی چراتا ہے، اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ نہ گیا اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل ہو تو کہتا ہے کہ گویا تمہارے اور اس کے درمیان محبت کا تو کوئی تعلق تھا ہی نہیں کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑا کام بن جاتا۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے ان لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو فروخت کر دیں، پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اسے ضرور ہم اجر عظیم عطا کریں گے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی اور مددگار پیدا کر دے۔ (سورہ النساء ۷۱ تا ۷۵)

گناہوں کے نقصانات اور اُن کا علاج

(امام ابن قیم جوزیؒ)

گناہ توجہ الی اللہ کو کمزور کر دیتا ہے:

گناہ کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہے کہ گناہ کرنے والے کی توجہ اللہ تعالیٰ اور عالم آخرت کی طرف کمزور ہو جاتی ہے، یا بالکل ہی روک دیتی ہے، اور یہ گناہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف ایک قدم بھی اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑتا، اگر اس کو اس جہت سے پیچھے کی جانب نہ لٹا دے تو اس قدر ضرور ہوتا ہے کہ قریب کو بعید کر دیتا ہے اور چلنے والے کو چلنے سے روک دیتا ہے، کیونکہ قلب صرف اپنی قوت پر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، لیکن جب گناہ کی وجہ سے وہ مریض ہو جاتا ہے تو اس کی قوت بھی کمزور ہو جاتی ہے، اگر وہ قوت بالکل زائل ہو جائے تو قلب بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے منقطع ہو جاتا ہے جس کا تدارک پھر مشکل ہو جاتا ہے، بہرحال گناہ یا تو دل کو بالکل مردہ بنا دیتا ہے یا اس کو کسی مہلک مرض میں گرفتار کر دیتا ہے، یا اس کی قوت کو کمزور کر دیتا ہے، اور یہ ضعف درجہ بدرجہ اس کو غم، حزن، عجز، جبن، بخل، ضلع دین (قرض کا بوجھ) اور قہر رجال (لوگوں کا غلبہ) کی طرف کھینچ لاتا ہے، یہ وہ امور ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پناہ مانگی ہے، اور ان امور میں سے ہر دو امر باہم لازم و ملزوم ہیں۔ مثلاً غم اور حزن باہم قرین ہیں، کیونکہ اگر کوئی حادثہ یا ناگوار امر زمانہ مستقبل کے متعلق ہو تو وہ باعثِ غم ہوگا اور اگر زمانہ ماضی کے متعلق ہو تو وہ موجبِ حزن ہوگا، اس طرح اگر کوئی شخص اسباب خیر سے عدم قدرت کی وجہ سے محروم رہے تو اس کو عجز کہیں گے اور اگر عدم ارادہ کی وجہ سے محروم رہے تو کسل، اور اگر کسی امر خیر سے اپنی قوتِ بدنی کے ذریعہ متنفع نہ ہو تو جبن بولیں گے اور اگر بذریعہ مال امر خیر سے متنفع نہ ہو تو بخل کہلائے گا، اور اگر

غیر اس پر بطریقِ حق غالب آجائے تو یہ ضلعِ دین ہے، اور اگر بطریقِ باطل غالب آجائے تو قہر و غلبہ کہلاتا ہے۔

الغرض گناہ مذکورہ رذائل کے لئے ایک قوی سبب ہے، جس طرح کہ وہ مصیبت، شقاوت، سوءِ قضا اور شماتتِ اعداء کا موجب ہوتا ہے۔

گناہ کے دیگر بہت سے عذابات میں سے ایک عذاب یہ ہے کہ گناہ زوالِ نعمت کا سبب اور غضبِ الٰہی کا باعث ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں: ''بلا و مصیبت صرف گناہ کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور اس کا دفعیہ توبہ کے سوا نہیں ہو سکتا۔'' قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ: ترجمہ: یعنی ''جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔''

ترجمہ: یعنی ''یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نعمت کو کسی قوم پر اس نے انعام کی ہو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ لوگ اپنی اس روش کو نہ بدل ڈالیں۔''

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر خبر دی ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمت کو کسی قوم سے اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک کہ وہ لوگ خود طاعت کو معصیت سے اور شکر کو کفران سے نہ بدل ڈالیں، اور اس کی رضامندی کے اسباب کے بجائے اسبابِ غضب کے پابند نہ ہو جائیں۔

جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے بندوں پر کسی قسم کا ظلم جائز نہیں رکھتا، چنانچہ اطاعت کو معصیت سے بدل ڈالنے پر اللہ تعالیٰ بھی عافیت و عزت کی بجائے ان پر عقوبت اور ذلت نازل کرتا ہے، جیسا کہ ایک دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

ترجمہ: یعنی ''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت بری حالت سے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی روش کو نہ بدل ڈالیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا، اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔''

بعض آثار الٰہیہ میں وارد ہے کہ: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میرا کوئی بندہ جب کسی ایسی حالت میں ہوتا ہے جس کو میں پسند کرتا ہوں پھر وہ اپنی بری روش کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کو میں برا سمجھتا ہوں تو میں بھی اپنی پہلی حالت سے منتقل ہو جاتا ہوں اور اس کی اس حالت کو بدل ڈالتا ہوں جس کو وہ پسند کرتا اور اسے ایسی حالت کی طرف لے آتا ہوں جس کو وہ برا جانتا ہے، اور جب کوئی بندہ کسی ایسی حالت میں گرفتار ہو جس کو میں برا جانتا ہوں اور وہ اس حالت سے منتقل ہو کر ایسی حالت کی طرف آئے جس کو میں پسند کرتا ہوں تو میں اس کی بری حالت کو بدل کر اچھی حالت کی طرف لے آتا ہوں جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب اشعار کہے ہیں:

ترجمہ: (جب تو کسی نعمت سے بہرہ یاب ہو تو اس کی نگہبانی کرتا رہ، کیونکہ گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں)

ترجمہ: (اور اس نعمت کو اللہ تعالٰی کی عبادت کے ساتھ پیوند کر دے، کیونکہ بندوں کا رب جلد انتقام لینے والا ہے)۔

ترجمہ: (اور ظلم سے جہاں تک ہو سکے بچا رہ، کیونکہ ظلم کی چراگاہ کا چارہ ہضم نہیں ہوا کرتا)۔

ترجمہ: (اور دل بیا لے کر اطراف عالم میں سیر کرتا کہ تجھے ظلم کرنے والے لوگوں کے آثار نظر آئیں)

ترجمہ: (یہ ہیں ان کے بعد ان کے مکانات، (کھنڈرات) جو زبان حال سے ان کے ظلم وستم کی شہادت دے رہے ہیں اور اس شہادت میں وہ تہمت زدہ نہیں (یعنی ان کی شہادت سچی ہے)۔

ترجمہ: (اور ظلم سے بڑھ کر کوئی چیز ان کے حق میں مضر نہیں، اسی نے ان کی پیٹھ توڑ ڈالی)۔

ترجمہ: (وہ بہت سے باغات ومحلات چھوڑ مرے، اور ظلم سے بڑھ کر کوئی مصیبت ان پر غالب نہ آسکی)۔

ترجمہ: (ظالم لوگ جہنم میں جا داخل ہوئے اور ان سے نعمتیں جاتی رہیں، اور وہ خواب جو انھوں نے دیکھا تھا خواب ہو گیا)۔

سچی توبہ

(مرسلہ: سید محمد عبداللہ بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ سابقہ امت میں تین آدمی تھے وہ ایک دفعہ کہیں چلے جا رہے تھے کہ دوران سفر ان کو ایک غار میں رات گزارنا پڑی، چنانچہ وہ تینوں ایک غار کے اندر داخل ہو گئے تھوڑی ہی دیر کے بعد پہاڑ سے ایک بڑا پتھر سرکا اور اس نے آ کر غار کا منہ بند کر دیا۔ سب کہنے لگے کہ اس پتھر سے نجات اور خلاصی کی یہی صورت ہے کہ ہر آدمی اپنے نیک اعمال کا اللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ پیش کر کے دعا کرے، چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے یوں دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میں ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا، ایک دن میں درختوں کی تلاش میں دور نکل گیا، جب شام کو واپس آیا تو وہ دونوں سو چکے تھے، میں نے ان کے لئے رات کا دودھ دوہا، جب ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو وہ سوئے ہوئے تھے، میں نے ان کو جگانا پسند نہیں کیا اور مجھے یہ بات بھی اچھی نہ لگی کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں، چنانچہ میں اسی حالت میں کہ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی اور صبح صادق ہو گئی اور بچے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے، پھر وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دودھ نوش کیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کی وجہ سے جس پریشانی میں ہم مبتلا ہیں اس کو دور کر دے، چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا کہ ابھی اس سے

نکلنا مشکل تھا، پھر دوسرے آدمی نے یوں دعا کی کہ اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی، وہ مجھے بہت پسند تھی، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں اس سے اس قدر محبت کرتا تھا جس قدر کوئی مرد عورت سے محبت کرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ، ایک دن میں نے اس سے برائی کا ارادہ کیا تو وہ نہ مانی حتیٰ کہ وہ قحط میں مبتلا ہوئی تو میرے پاس آئی، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھے برائی کا موقع دے گی، وہ تیار ہوگئی، یہاں تک کہ جب میں نے اس پر قابو پالیا تو وہ کہنے لگی کہ خدا سے ڈرو، پس میں اس سے دور ہوگیا حالانکہ وہ مجھے بہت زیادہ محبوب تھی اور جو سونا میں نے اس کو دیا تھا واپس نہیں لیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو اس مصیبت سے ہمیں نجات دیدے جس میں ہم سب مبتلا ہیں، چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا مزید اپنی جگہ سے ہٹ گیا کہ ابھی اس سے نکلنا مشکل تھا، پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! میں نے چند مزدور اجرت پر رکھے تھے، ایک آدمی کے سوا سب کی مزدوری میں نے ادا کردی، وہ آدمی جس کی مزدوری میں نے ادا نہیں کی تھی وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا تھا، میں نے اس کی اجرت کو بڑھایا یہاں تک کہ اس سے اموال کثیرہ ہوگئے، پھر ایک عرصہ کے بعد وہ آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! میری اجرت مجھے دے دو میں نے کہا کہ یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام وغیرہ جو تجھے نظر آرہے ہیں یہ سب تیری ہی اجرت ہے۔'' اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! میرے ساتھ مذاق نہ کر، میں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کررہا ہوں، چنانچہ اس نے وہ سارا مال لیا، اور سارے جانور ہانک کر لے گیا، کوئی چیز نہیں چھوڑی، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمادے جس میں ہم سبھی مبتلا ہیں۔ چنانچہ وہ پتھر دور ہوگیا اور وہ تینوں اس غار سے نکل کر آگے کو روانہ ہوگئے۔

فوائد حدیث

۱۔ معلوم ہوا کہ مصائب ومشکلات کے پیش آنے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے اور یہ تعمیل حکم بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ترجمہ: ''یعنی تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کیا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا''

۲۔ نیک اعمال کو وسیلہ میں پیش کرنا جائز ہے۔

۳۔ کرب وبلا سے نجات حاصل کرنے میں بندہ کے تقوی کو بڑا دخل ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا: ترجمہ: ''یعنی جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ مصائب سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتے ہیں''

۴۔ اس حدیث سے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت گزاری کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔نیز معلوم ہوا کہ ان کو دوسروں پر ترجیح دینا باعث فضیلت کام ہے۔

۵۔ پاک دامن اور غیر محرم عورتوں سے دور رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۶۔ اس سے حسن معاملہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۷۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملات میں امانت کی ادائیگی اور فیض وسخاوت سے کام لینا بہت اچھا عمل ہے۔

۸۔ اس سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

فرعون کی بیٹی کی خادمہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "معراج کی رات میں نے پاکیزہ خوشبو محسوس کی تو میں نے پوچھا: اے جبریلؑ! یہ عمدہ خوشبو کیسی ہے؟ جبریلؑ نے فرمایا کہ یہ خوشبو اصل میں فرعون کی بیٹی کی اس خادمہ اور اس کی اولاد کی ہے جو (خادمہ) اس کا کنگھا کیا کرتی تھی، میں نے اس کا حال پوچھا تو جبریلؑ نے فرمایا کہ ایک دن وہ بیٹھی فرعون کی بیٹی کو کنگھا کر رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے اچانک کنگھا گر گیا اور اس نے کہا" بسمہ اللہ "فرعون کی بیٹی نے کہا کہ کیا یہ میرا باپ مراد ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں: بلکہ وہ اللہ جو میرا بھی اور تیرا بھی بلکہ تیرے باپ کا بھی رب ہے۔ فرعون کی بیٹی نے کہا کہ کیا میرے باپ کے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟! اس نے کہا کہ ہاں، اس نے کہا کہ میں یہ بات اپنے باپ کو بتاؤں گی؟ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، جاؤ بتا دو، چنانچہ فرعون کی بیٹی نے اپنے باپ کو ساری بات بتا دی۔ فرعون نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ اے فلاں عورت! کیا میرے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، میرا اور تمہارا رب، اللہ ہے۔ فرعون نے پیتل کی بنی ہوئی ایک گائے لانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ لائی گئی، اس میں پانی ڈال کر خوب گرم کیا گیا، پھر اس خادمہ کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالا جانے لگا، خادمہ نے (اس دوران) کہا کہ میری ایک خواہش ہے؟ فرعون نے کہا کہ تیری کیا خواہش ہے؟ اس نے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میری اور میرے بچوں کی ہڈیوں کو ایک ہی کپڑے میں ڈال کر ایک ساتھ دفن کر دیا جائے۔ فرعون نے کہا کہ ٹھیک ہے، تیری یہ آرزو پوری کر دی جائے گی۔ چنانچہ اس کے بچوں کو (پیتل کی اس) گائے کے اندر برابر ڈالا جاتا رہا یہاں تک کہ اس کے شیر خوار بچے کی نوبت آئی تو ماں اس کی وجہ سے بے ہمت ہونے لگی تو بچہ نے کہا کہ اے اماں! مجھے بھی ڈال

دو کیوں کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت ہلکا ہے۔"

فوائد حدیث

۱۔ جب فتنہ اور آزمائش کا دور ہو تو صبر اور ثابت قدمی دکھانی چاہیے۔

۲۔ بدلہ، عمل کی جنس میں سے ہے۔

۳۔ جو شخص اپنے دین پر قائم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا کیا کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:

ترجمہ: "یعنی صبر کرنے والوں کو بے حساب پورا پورا اجر دیا جائے گا۔"

۴۔ معلوم ہوا کہ سرکش اور ظالم آدمی سے ایسے امر کا مطالبہ کرنا جائز ہے جس میں اس کی مصلحت موجود ہو، جس طرح اس عورت نے فرعون سے یہ مطالبہ کیا کہ اس کی اور اس کے بچوں کی ہڈیاں اور ان کی راکھ کو ایک ہی جگہ میں دفن کیا جائے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے مصائب و شدائد سے نکلنے کی راہ ضرور پیدا کیا کرتے ہیں۔

۶۔ صالحین اور صالحات کی کرامات ثابت ہوئیں۔

۷۔ جو کام خارق العادت (مافوق العادت) ہو اس کا تعلق بھی کرامات سے ہے۔

(احادیث رسول ﷺ سے منتخب ساٹھ دلچسپ واقعات)

اہل جنت کی صفت

وہ راتوں کو کم ہی سویا کرتے تھے اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے

(سورہ الذاریات آیت 17)

احکام و خاص بسم اللہ

(مولانا مفتی محمد شفیعؒ)

اسلام ایک آسان اور سہل شریعت لے کر آیا ہے، اس میں محنت کم اور مزدوری زیادہ، عمل مختصر اور ثواب عظیم کے عجیب و غریب پہلو ہیں، اس کی نماز و عبادت بھی مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں، ہر گھر ہر زمین پر ہو جاتی ہے وہ عبادت کے لئے ترکِ دنیا کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ ایسے کیمیاوی نسخے بتلاتا ہے جس سے دنیا کے کام بھی دین بن جائیں، دنیوی مشاغل میں رہتے ہوئے ایک آدمی ذاکر شاغل واصل بحق ہو جائے، رسولِ کریم ﷺ کی قولی اور عملی تعلیمات نے انسان کی ہر نقل و حرکت اور ہر وقت اور ہر مقام کے لئے ذکر اللہ اور دعاؤں کے ایسے مختصر جملے سکھا دیتے ہیں کہ اُن کے پڑھنے سے نہ کسی دنیوی کام میں خلل آتا ہے، اور نہ پڑھنے والے پر کوئی محنت پڑتی ہے، اور وہ اس ادنیٰ سے عمل سے ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے، اس پر مزید یہ کہ ان اذکار میں دین و دنیا کی بھلائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا، سکھلائی گئی ہے جس کے نتیجہ میں دینی اور دنیوی ہر طرح کی بھلائی کے دروازے کھلتے نظر آتے ہیں، یہ دعائیں "مناجاتِ مقبول" میں درج کر دی گئی ہیں،

اسلام کی تعلیمات دینِ اسلام کی حقانیت کی ایک مستقل دلیل بھی ہیں' کیونکہ دین و مذہب کا حاصل ہی یہ ہے کہ بندہ کو معبود سے مخلوق کو خالق سے وابستہ کر دے، اسلام کی ان تعلیمات نے انسان کے ہر قول و فعل اور نقل و حرکت میں اس کو خدائے تعالیٰ کی یاد میں مشغول کر دیا ہے، اور وہ بھی ایسے انداز میں کہ کام کرنے والے کو خبر بھی نہ ہو کہ وہ کوئی کام دین کا

کررہا ہے،اور خود بخود اس کو دین کی فلاح حاصل ہوجائے ، دینِ اسلام کی ان تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہو کہ اپنے ہر کام اور ہر نقل وحرکت کو بسم اللہ سے شروع کرو،

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ایک ایسا مختصر جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت مشقت ہے نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے،مگراس کے آثار وبرکات نہایت دُوررس اور عظیم الشان دینی اور دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

مومن جب کھانے سے پہلے بسم اللہ کہتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ حقیقت اس کے سامنے مستحضر ہے کہ یہ کھانے کا لقمہ جو اس نے اٹھایا ہے اس کی تخلیق میں اس کا بہت کم دخل ہے،پورے آسمان وزمین اور اس کے سیاروں اور فضائی قوتوں نے مہینوں اس میں کام کیا ہے جب ایک دانہ زمین کے اندر سے درخت کے رُوپ میں نکلا ہے،پھر لاکھوں جانوروں اور انسانوں نے اس کی حفاظت کی خدمت انجام دی، یہاں تک کہ وہ کھانے کے قابل لقمہ بنا ہے۔یہ سب کچھ کسی مخفی قدرت کے کارنامے ہیں،انسان کی مجال نہیں کہ ان سب قوتوں سے کام لے سکے۔

اسی طرح جب پانی پینے سے پہلے بسم اللہ کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کی حقیقت اس کے سامنے ہے، کہ کس طرح قادرِ مطلق نے اس کو سمندر سے بخار بنا کر اُڑایا پھر بادل بنا کر جمایا اور پھر کس طرح اس فضائی مشین نے اس نمکین پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کردیا،اور پھر بقدر ضرورت پانی کو برسا کر کھیتوں، درختوں کو سیراب کیا،تالابوں اور پانی کے حوضوں کو وقتی طور پر استعمال کرنے کے لئے بھر دیا، اور اس کے بہت بڑے ذخیرے کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایک عجیب قسم کے واٹر ورکس بنا کر رکھ دیا ہے،جس میں نہ ٹینکی بنانے کی ضرورت ہے نہ اُس ٹینکی میں پانی سڑنے اور خراب ہونے کا کوئی اندیشہ ہے نہ اُس میں

دوائیں ڈالنے کی ضرورت ہے، بلکہ برف کی شکل میں ایک بحرِ منجمد پہاڑوں کے اوپر لادیا ،جس میں سے رِس رِس کرتھوڑاتھوڑا پانی پہاڑوں کی رگوں میں جاتا اور وہاں سے زمین کے نیچے نیچے پوری دنیا کے ہر خطہ میں ایک عجیب قسم کی پائپ لائن کے ذریعہ پہنچتا ہے جس میں لوہے کے خراب اثرات شامل ہونے کے بجائے زمین کے وہ جواہرات گندھک وغیرہ شامل ہوتے ہیں، جو پانی کی خرابیوں کو دُور کر کے نہایت صاف ستھرا بے ضرر کر کے ہر جگہ سے ذرا سا گڑھا کھود کر نکالا جا سکتا ہے۔

اسی طرح بیت الخلا میں جانے سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنا یہ تعلیم دیتا ہے کہ کھائی ہوئی غذا کو جزوِبدن بنانا اور فضلات کو خارج کر دینا یہ دونوں کام انسان کے بس میں نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت وقدرت سے یہ سب کام انجام پاتے ہیں۔

وضو کے شروع میں ''بسم اللہ'' کہنے کی بڑی تاکید آتی ہے،بعض ائمہ کے نزدیک تو بغیر بسم اللہ کے وضو ہوتا ہی نہیں،اور نماز کی تو ہر رکعت بسم اللہ سے شروع کی جاتی ہے قرآن کریم کی ابتدا بسم اللہ سے ہوتی ہے، درمنثور میں بحوالہ دارقطنی ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین جب بھی میرے پاس وحی لے کر آئے تو پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھتے تھے،

اسی طرح اسلامی تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنی ہر نقل وحرکت اور ہر کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھے، اللہ کے نام پر شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، جو عین اُن کاموں کے اشتغال کے وقت بھی اس کو ایک عارف وذاکر بنا دیگی اور اس کے بعد بھی ہزاروں برکات و ثمرات لائے گی، گویا ''بسم اللہ'' ایک کیمیا ہے جو خاک کو سونا بنا دیتی ہے،

اسی لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

ترجمہ: "یعنی جو معتد بہ کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے"

قرآن کریم میں اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى کی تفسیر امام زہریؒ نے یہی فرمائی ہے کہ "کلمہ تقویٰ" سے مراد بسم اللہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ اور تمام مسلمانوں کو اس کا پابند بنا دیا ہے، (از رسالہ قطرہ، مولانا لکھنوی)

افسوسناک غفلت: دنیا نے نیا رنگ و روپ بدلا، نئی تعلیم آئی، نئی تہذیب چلی، مگر وہ ایسے لوگوں کی طرف سے آئی جن کے یہاں خدا ہی کا کوئی تصور نہیں، اُن کے کسی کام کی ابتداء...بسم اللہ کیوں ہوتی؟ ان کی تقریر تحریر سبھی اس نور و برکت سے محروم ہیں، افسوس کی چیز ہے کہ مسلمانوں نے اور چیزوں میں تو اُن کی نقل اُتاری ہی تھی، اس غفلتِ مجرمانہ میں بھی انہی کی تقلید کرنے لگے، تقریر، تحریر کو بسم اللہ اور خطبہ مسنونہ سے شروع کرنا دقیانوسیت اور مُلّائیت کی علامت قرار دیدیا جو اُن کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے، کھانے، پینے، چلنے پھرنے میں اُن کو کبھی خدا یاد نہیں آتا۔

کس قدر محرومی اور بدنصیبی ہے کہ یہ چھوٹا سا بے محنت عمل جو کیمیا کا حکم رکھتا ہے اس سے بھی اپنے آپ کو محروم کرلیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس مختصر رسالہ کی اصل مسلمانوں کو اسی غفلت پر تنبیہ کرنا ہے کہ اور کچھ نہیں ہوتا تو اس بے محنت کام سے تو دَم نہ چُرائیں اور اس کی برکات وفضائل کو بلاوجہ ضائع نہ کریں۔

احکام وَمسائل

مسئلہ: بہت سے صحابہؓ وتابعینؒ اور آئمہ مجتہدین کے نزدیک "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" قرآن مجید کی ایک مستقل آیت ہے، لیکن بعض حضرات کے نزدیک سورۂ نمل میں تو ایک آیت کا جز ضرور ہے کوئی مستقل آیت نہیں، بلکہ دو سورتوں کے درمیان فصل کرنے کے لئے

بار بار نازل ہوئی ہے، اسی اختلاف کے پیش نظر فقہار حمہم اللہ نے یہ احتیاطی حکم دیا ہے کہ تعظیم و تکریم کے جتنے احکام آیاتِ قرآنی کے متعلق ہیں، مثلاً بے وضو اس کو چھونا جائز نہیں ان سب احکام میں بسم اللہ کا وہی حکم ہے جو تمام آیاتِ قرآن کا ہے، لیکن اگر کوئی شخص نماز میں قرات کے بجائے صرف بسم اللہ پر اکتفاء کرے تو نماز نہ ہوگی۔ (قنطرہ بحوالہ مجتبیٰ و محیط)

مسئلہ: فقہا کی تصریح ہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ پورا قرآن ختم کرنا سنت موکدہ ہے یہاں تک کہ ایک آیت بھی چھوٹ گئی تو سنت ادا نہ ہوگی، اس لئے امام کو چاہئے کہ پورے مہینہ کی تراویح میں کسی روز کسی جگہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو جہراً بھی پڑھ دے۔

مسئلہ: نماز کی ہر رکعت کے شروع میں فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور دوسرے بہت سے آئمہ کے نزدیک واجب ہے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے (شرح منیہ) اسی لئے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہیے، اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔

مسئلہ: سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا امام اعظمؒ کے نزدیک سنت نہیں ہے اس لئے ترک اَولی ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی جہری نمازوں میں تو ترک اولی ہے مگر سرّی نمازوں میں پڑہنا اَولی ہے (کبیری شرح منیہ)

بسم اللہ کے بعض خواص مجرّبہ

(1) جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ ہر ایک ہزار پورا کرنے کے بعد درود شریف کم از کم ایک مرتبہ پڑھے، اور اپنے مقصد کے لئے دعا مانگے، پھر ایک ہزار اور اسی طرح پڑھ کر مقصد کیلئے دعا کرے، اسی طرح بارہ ہزار پورے کر دے تو انشا اللہ ہر مشکل آسان اور ہر حاجت پوری ہوگی۔ بسم اللہ کے حروف کے عدد سات سو چھیاسی ہیں،

جو شخص اس عدد کے موافق سات روز تک متواتر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرے، اور اپنے مقصد کے لئے دعا کیا کرے، انشاءاللہ تعالیٰ مقصد پورا ہوگا۔

(2) جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو چھ مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت وعزت ہوگی، کوئی اس سے بدسلوکی نہ کر سکے گا۔

(3) جو شخص محرم کی پہلی تاریخ کو ایک سو تیرہ مرتبہ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس رکھے گا ہر طرح کی آفات ومصائب سے محفوظ رہے گا۔ مجرب ہے،

(4) سونے سے پہلے اکیس مرتبہ پڑھے تو چوری اور شیطانی اثرات سے اور اچانک موت سے محفوظ رہے۔

(5) کسی ظالم کے سامنے پچاس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کو مغلوب کر کے اس کو غالب کردیں گے۔

(6) سات سو چھیاسی مرتبہ پانی پر دَم کر کے طلوعِ آفتاب کے وقت پی لے تو ذہن کھل جائے اور حافظہ قوی ہو جائے۔

(7) سات سو چھیاسی مرتبہ پانی پر دَم کر کے جس کو پلائے، اس کو گہری محبت ہو جائے (ناجائز کاموں میں استعمال کرے گا تو وبال کا خطرہ ہے)

(8) جس عورت کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اکسٹھ مرتبہ لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھے تو بچے محفوظ رہیں گے، مجرب ہے۔

(9) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کسی کاغذ پر پانچ سو مرتبہ لکھے اور اس پر ڈیڑھ سو مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر اس تعویذ کو اپنے پاس رکھے تو حکام مہربان ہو جائیں، اور ظالم کے شر سے محفوظ رہے۔

(10) اکیس مرتبہ لکھ کر درد والے کے گلے میں یا سر پر باندھ دیں تو دردِ سر جاتا رہے۔

بسم اللہ کی خاصیات اور برکات بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند بقدرِ ضرورت لکھی گئیں۔

ذکر اللہ کے فوائد

(امام ابن القیم الجوزیہ)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی ہو جس کے پیچھے اس کا دشمن لگا ہوا ہو، وہ آدمی جلدی سے کسی محفوظ اور مضبوط قلعہ میں پہنچ کر اپنی جان کو اس دشمن سے محفوظ کر لے، اسی طرح بندہ اپنے دشمن یعنی شیطان سے اپنا بچاؤ اللہ کے ذکر کے بغیر نہیں کرسکتا۔" اگر کسی بندے میں صرف یہی ایک صفت موجود ہو کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہمیشہ جاری ہو اور وہ ذکر اللہ کا عادی ہو تو وہ دشمن سے اپنی جان محفوظ کرسکتا ہے کیونکہ دشمن غفلت کے دروازے سے ہی داخل ہوتا ہے وہ بندے کی گھات میں بیٹھا ہوتا ہے کہ کب وہ خدا کے ذکر سے غافل ہو اور وہ اس پر حملہ آور ہو کر اس کا شکار کر لے۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو خدا کا دشمن ذلیل و خوار اور بے بس ہو کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مکھی یا مچھر کی طرح ہو جاتا ہے، اسی لیے اس کا نام ﴿ **الوسواس الخناس** ﴾ ہے "یعنی جو دلوں میں طرح طرح کے وساوس اور خیالات ڈالتا ہو۔" لیکن جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اپنی حرکت سے باز آ جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شیطان آدمی کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب وہ غلطی یا غفلت میں مبتلا ہوتا ہے تو شیطان وسوسے ڈالتا ہے پھر جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو دور ہٹ جاتا ہے۔

مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں جو بندے کو خدا کے عذاب سے زیادہ نجات دلانے والا ہو۔''

حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جو تمام اعمال میں سب سے بہتر ہو اور تمہارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ اور درجات کے اعتبار سے سب سے بلند ہو اور سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو؟ (بلکہ) اس عمل سے بھی بہتر ہو کہ تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟ صحابہؓ نے کہا کہ کیوں نہیں، ضرور بتائیں یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ مکہ کے راستہ پر چلے جا رہے تھے کہ آپ ﷺ کا گزر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''چلتے جاؤ، یہ پہاڑ ہے، مفردون آگے نکل گئے۔'' پوچھا گیا کہ مفردون سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''کوئی قوم ایسی مجلس سے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرتی ہو نہیں اٹھتی مگر وہ ایسی ہے جیسے کسی مردار گدھے کی طرح ہو اور وہ مجلس ان کے لیے حسرت و افسوس کا باعث ہوگی۔''

ترمذی کی روایت میں ہے کہ ''جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اور نہ ہی اپنے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے تو وہ مجلس (قیامت کے روز) ان کے لیے حسرت کا باعث بنے گی، پھر اگر اللہ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کو معاف کر دے گا۔''

ذکر افضل ترین عمل:

حضرت اغرؒ (مسلم کے والد) کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی قوم کہیں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس قوم کا اپنے مقرب فرشتوں میں ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! خیر کے دروازے بہت زیادہ ہیں اور میں ان سب کو بجالانے سے قاصر ہوں، اس لیے آپ ﷺ مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں، لمبی بات نہ فرمائیں کہ میں بھول جاؤں؟ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "اسلام کے احکامات تو بہت ہیں، آپ ﷺ مجھے بس ایسی چیز بتادیں جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں، کیوں کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔"

اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر و تازہ رہے

حضرت ابوسعیدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک کس بندے کا درجہ سب سے اونچا اور برتر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص سے بھی زیادہ؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، خواہ کفار اور مشرکین کے خلاف تلوار چلاتے ہوئے اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے لت پت ہو جائے پھر بھی ذکر اللہ کا درجہ اس سے افضل ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ شخص اور مردہ آدمی کی سی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنے جی میں اسے یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے زیادہ بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ کی وسعت کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔"

ذکر کے حلقے حقیقت میں جنت کے باغات ہیں:

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم **ریاض الجنہ** (جنت کے باغات) کے پاس سے گزرو تو میوے چن لیا کرو۔ صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! **ریاض الجنہ** سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ (ترمذی)

حضور اقدس ﷺ، اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا حقیقی بندہ وہ ہے جو دشمن سے مقابلہ کے وقت مجھے یاد کرتا ہے۔

ذاکر اور مجاہد میں سے افضل کون ہے؟ یہ حدیث مبارک اس سلسلہ میں قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے کہ ذکر کرنے والا مجاہد، اس شخص سے افضل ہے جو ذکر کرنے والا تو ہو مگر جہاد نہ کرتا ہو یا مجاہد بھی ہو لیکن غافل ہو، اور جو ذکر کرتا ہو لیکن جہاد نہ کرتا ہو، وہ اللہ کے ذکر سے

غافل مجاہد سے افضل ہے،لہٰذا ذاکرین میں سب سے افضل وہ ہے جو مجاہد بھی ہو اور مجاہدین میں سب سے افضل وہ ہے جو ذاکر بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر بھی کرو اور جہاد بھی کرو،دونوں کام کرو تا کہ تم فلاح وکامیابی کے امیدوار ہوسکو۔''

ذکر سے خالی مجلس باعث حسرت ہوگی:

اب ان آیات میں بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرو اس لیے کہ بندہ کو اس کی بہت حاجت ہے اور ایک لمحہ بھی اس کے ذکر سے غافل اور لاپروانہ ہو، کیوں کہ جو لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزر گیا اس کا بندے کو ہی خسارہ اٹھانا پڑے گا اور وہ خسارہ ذکر کی حالت میں حاصل شدہ نفع سے کہیں زیادہ ہے۔

کسی عارف باللہ کا قول ہے کہ اگر کوئی بندہ ایک سال تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے پھر ایک لمحہ کے لیے اس سے غافل ہو جائے تو حاصل شدہ حصہ کی بہ نسبت مافات حصہ زیادہ ہوگا۔یعنی غفلت کے لمحہ میں جس خسارے سے دوچار ہوگا وہ خسارہ خدا کی یاد کے لمحات اور اس کے نفع سے زیادہ ہوگا۔

امام بیہقیؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:
'' اگر کوئی ساعت خداتعالیٰ کی یاد کے بغیر گزر جائے تو قیامت کے دن انسان اس پر حسرت کرے گا۔''

نیز حضرت معاذ بن جبلؓ سے مرفوع روایت ہے کہ:''اہل جنت کو اس لمحہ پر بڑی حسرت ہوگی جو لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر (دنیا میں) گزر گیا ہوگا۔''

حضور اقدس ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی ہر بات اس کے لیے خسارہ کا باعث ہوگی سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تیری موت اس حال میں آجائے کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ ہو۔''

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے لیے ایک جلا ہوتی ہے۔ دلوں کی جلا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتی ہے۔

ذکر، زنگ دل کی دوا ہے:

حضرت امام بیہقیؒ نے حدیث عبداللہ بن عمرؓ نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر چیز کو صاف کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے، دلوں کو (زنگ سے) صاف کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ذکر اللہ سے بڑھ کر اور کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے والا ہو۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: کہ ''ہاں، خواہ تلوار چلاتے چلاتے اس کی تلوار ہی ٹوٹ جائے۔''

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح پیتل اور چاندی وغیرہ کو زنگ لگتا ہے اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور اس کی صفائی اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے، ذکر اللہ سے دل ایسا ہو جاتا ہے جیسے صاف شفاف آئینہ ہو، لیکن جب انسان ذکر چھوڑ دے تو پھر اسی طرح وہ

زنگ آلود ہونا شروع ہو جاتا ہے، پھر جب ذکر کرتا ہے تو دوبارہ صاف ہو جاتا ہے۔ پھر دل دو طرح سے زنگ آلود ہوتا ہے اور وہ دو چیزیں غفلت اور گناہ ہیں اور اس کی صفائی بھی دو چیزوں سے ہوتی ہے استغفار اور اللہ کا ذکر۔ لہٰذا جو شخص اکثر اوقات میں اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے اس کے دل کا زنگ بھی اس کے دل پر زیادہ جما ہو گا یعنی زنگِ دل بقدر غفلت ہو گا۔ چنانچہ جب دل پر زنگ لگتا ہے تو اشیاء کی صورتیں اور شکلیں اس (دل) میں صحیح طور پر منعکس نہیں ہوتیں۔ وہ باطل کو حق اور حق کو باطل شکل میں دیکھتا ہے، اس لیے کہ جس قدر زنگ بڑھتا جائے گا دل سیاہ ہوتا جائے گا، اشیاء کی حقیقی صورت اس میں منعکس نہیں ہو گی۔ پھر جب زنگ کے اضافہ سے دل سیاہ و تاریک ہو جاتا ہے تو انسان کے تصورات اور خیالات بھی فاسد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ حق بات کو قبول نہیں کرتا اور باطل اور بے بنیاد بات سے انکار نہیں کرتا اور یہ قلب کو پیش آنے والی بہت بڑی عقوبت ہے۔

اس کی اصل وجہ غفلت اور خواہشات کی پیروی ہے۔ کیوں کہ یہ دو چیزیں نورِ قلب کو مٹا دینے والی اور نورِ نظر کو ختم کر دینے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

کسی کو اپنا پیشوا بنانے سے پہلے دیکھ لو:

جب کوئی شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ پیشوا کو دیکھ لے کہ وہ اہل ذکر میں سے ہے یا اہل غفلت میں سے؟ وہ خواہشِ نفس کا غلام ہے یا وحیِ الٰہی کا؟ اگر وہ اہل غفلت میں سے ہو اور وہ خواہشات نفس کا غلام ہے تو اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ وہ اسے ہلاکت کی طرف لے جائے گا۔

آیت متذکرہ بالا میں "**فرطا**" کا ایک معنی ضائع کرنے کا بھی کیا گیا ہے۔
یعنی جن امور کا بجالانا اس کے لیے واجب اور ضروری ہے اور جس کے ساتھ اس کی فلاح و کامیابی وابستہ ہے ان امور میں وہ ضیاع اور زیاں کا شکار ہے اور ایک معنی اسراف کا کیا گیا ہے ،یعنی وہ اسراف کا شکار ہو،اعتدال کی حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔

نیز "**فرطا**" کا ایک معنی ہلاکت کا بھی کیا گیا ہے،نیز اس کا معنی حق کی خلاف ورزی بھی کیا گیا ہے۔یہ تمام اقوال معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔

اصل مقصود یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان تمام مذکورہ باتوں سے منع فرمایا ہے۔پس انسان کو چاہیے کہ اپنے شیخ ،مقتدا اور پیشوا کا جائزہ لے،اگر اس میں مذکورہ باتیں پائی جائیں تو اس کو اپنا پیشوا نہ بنائے بلکہ اس سے دور رہے اور اگر وہ ایسا شخص ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور سنت کی اتباع غالب درجہ میں موجود ہے اور وہ اپنے امور میں سنجیدہ اور مستقل مزاج بھی ہو تو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے اور ذکر سے ہی زندہ اور مردہ کے درمیان فرق اور امتیاز کیا جا سکتا ہے، کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اپنے رب کا ذکر کرنے والا زندہ کی مثل ہے اور اپنے رب کا ذکر نہ کرنے والا مردہ کی مثل ہے۔

نیز **المسند** میں مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو،حتیٰ کہ کہا جائے کہ یہ دیوانہ ہے۔

مکتوب

(حضرت مجدد الف ثانیؒ)

ان احوال کے بیان میں جو (اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں) اسم **الظاہر** کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور توحید کی ایک خاص قسم کے ظہور اور ان عروجات کے بیان میں جو مجید (عرش) کے اوپر واقع ہوئے ہیں اور بہشت کے درجات اور بعض اہل اللہ (اولیاء اللہ) کے مراتب کے ظاہر ہونے کے بارے میں اپنے بزرگ و محترم پیر و مرشد کی خدمت میں تحریر کیا، جو کہ خود کامل، اور دوسروں کو کامل کرنے والے ہیں، ولایت کے درجات سے مشرف، اور ایسے راستہ کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں جس کی ابتدا میں انتہا شامل ہے، اور وہ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و امام حضرت شیخ محمد باقی نقشبندی احراری ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے پاکیزہ اسرار کو مزید پاکیزگی عطا فرمائے اور ان کو ان کی تمنا کے انتہائی درجے تک پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ کے جن ننانوے اسمائے حسنیٰ کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے ان میں سے ایک اسم **الظاہر** ہے، یہاں معارفِ اسم الظاہر سے مراد وہ معارف و تجلیات ہیں جو سالک کے ادراک تعبیر میں آسکتی ہیں جیسا کہ تجلیاتِ اسماء و صفاتِ تعالیٰ و تقدس۔ اور اسم باطن کے معارف و مراد وہ تجلیاتِ و معارف ہیں جو کہ بے چونی و بے کیفی کے باعث سالک کے ادراک سے بلند ہیں۔ اور یہ جو بعض عارفوں نے کہا ہے **مَنْ عَرَفَ اللّٰہ طَالَ لِسَانُہٗ** (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان دراز ہوگئی) یہ معرفت اسم الظاہر کے معارف سے وابستہ ہے، اور یہ جو بعض عارفوں نے فرمایا **مَنْ عَرَفَ اللّٰہ کَلَّ لِسَانُہٗ** (جس نے اللہ

تعالٰی کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہوگئی)یہ معرفت اسمِ باطن کے معارف سے وابستہ ہے۔آپ کا اسمِ گرامی رضی الدین محمد باقی معروف بہ خواجہ باقی باللہ اور خواجہ بیرنگ بھی کہتے ہیں۔آپ کے والد قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی کابل کے مشہور عالم باعمل اور صاحبِ وجد و حال بزرگ تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ شہر کابل میں ہوئی۔ بچپن ہی سے بزرگی و تقدس کے آثار آپ کی پیشانی نورافشانی سے ظاہر تھے۔پانچ سال کی عمر ہوئی تو آپ کو خواجہ سعد کے مدرسہ میں بیٹھا دیا گیا اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ فرمالیا اور نماز روزے کے ضروری مسائل بھی یاد کر لئے۔اس کے بعد آپ نے کابل کے مشہور عالم مولانا صادق حلوائی سے تلمذ اختیار کیا اور اُنہی کے ہمراہ ماوراءالنہر تشریف لے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے مولانا حلوائی کے شاگردوں میں ممتاز درجہ حاصل کرلیا۔

عریضہ۔ آنجناب کا ادنیٰ ترین خادم، احمد آپ کی بلند بارگاہ میں عرض کرتا ہے اور آنجناب کے ارشادگرامی کے مطابق اپنے پریشان حالات حضور کی خدمتِ عالیہ میں پیش کرنے کی گستاخی کرتا ہے کہ راہِ سلوک طے کرنے کے دوران (حق سبحانہ و تعالٰی اس خادم پر)اسم **الظاھر** کی تجلی کے ساتھ (مختلف مظاہر میں) جلوہ گر ہوا، یہاں تک کہ تمام اشیاء میں خاص تجلی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ظاہر ہوا، خاص طور پر عورتوں کے لباس میں بلکہ اُن کے اعضاء میں جدا جدا ظاہر ہوا، اور میں اس گروہ (عورتوں) کا اس قدر مطیع و فرمانبردار رہا کہ کیا عرض کروں، اور میں اس طاعت و فرمانبرداری میں بے اختیار تھا۔(اسم الظاہر کی تجلی کا) جو ظہور کہ اس لباس (یعنی طبقہ مستورات) میں ہوا ایسا اور کسی جگہ میں نہیں ہوا، جس قدر عمدہ و پاکیزہ خصوصیات اور عجیب و غریب خوبیاں اس لباس میں ظاہر ہوئیں اتنی کسی اور مظہر میں ظاہر نہیں ہوئیں، میں اُن کے سامنے پگھل کر پانی پانی ہوا جاتا تھا اور اسی طرح بعدازاں مردِ کامل کی تلاش آپ کو مختلف ممالک میں لے گئی، آخر حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہ کی بیعت

واجازت سے مشرف ہو کر ہندوستان تشریف لے آئے۔ دہلی پہنچنے کے بعد روحانی حلقوں میں بہت جلد آپ کی شہرت ہو گئی اور بہت سے امرائے شاہی بھی آپ کے معتقد ہو گئے۔ ۱۰۰۸ء میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بھی آپ سے بیعت ہو کر خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے بروز ہفتہ ۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ء میں اس دارِفانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

آپ کا مزار دہلی (ہندوستان) میں مرجع عوام وخواص ہے۔ ''بحرِ معرفت'' سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ پسماندگان میں دو صاحبزادے خواجہ عبید اللہؒ عرف خواجہ کلاں اور خواجہ عبداللہؒ عرف خواجہ خورد تھے۔ خلفائے کرام میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ تاج سنبھلیؒ اور خواجہ حسام الدینؒ مشہور ہیں۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

مکتوبات شریف کے جامع نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں ارسال کردہ جملہ عریضے جن کی تعداد بیس ہے ادباً واحتراماً مکتوبات کے شروع میں مسلسل درج کئے ہیں جو پیش نظر ہیں۔

نقشبندی، منسوب بہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری قدس سرہ العزیز جو کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے مقتداوپیشوا ہیں۔ احراری منسوب بخواجہ عبید اللہ احرار ہیں جو کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک جلیل المرتبہ بزرگ گذرے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ سالکین کوراہِ سلوک طے کرنے کے زمانے میں مختلف قسم کے حالات وواردات اپنے اپنے مزاج اور طبیعت کے مطابق پیش آتے ہیں، مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان حالات وواردات کو اپنے پیرومرشد کی خدمت میں عرض کر دیا کرے۔

اسم الظاہر کی تجلی کا ظہور ہر کھانے پینے اور پہننے کی چیز میں الگ الگ ہوا، جو عمدگی وخوبی، لذیذ اور پُرتکلف کھانے میں تھی وہ کسی اور کھانے میں نہ تھی، اور میٹھے پانی میں بھی

دوسرے (یعنی کھاری) پانی کے مقابلہ میں یہی فرق تھا بلکہ ہر لذیذ و شیریں چیز میں خصوصیاتِ کمال میں سے اپنے اپنے درجے کے مطابق الگ الگ ایک خصوصیت تھی، یہ خادم اس تجلی کی خصوصیات کو بذریعہ تحریر عرض نہیں کرسکتا اگر آنجناب کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتا تو شاید عرض کرسکتا لیکن ان تجلیات کی جلوہ گری کے زمانے میں یہ خادم رفیق اعلیٰ (یعنی محبوبِ حقیقی حق تعالیٰ جل شانہ) کی آرزو رکھتا تھا اور حتیٰ الامکان ان ظہورات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا لیکن چونکہ مغلوب الحال تھا اس لئے (اس تجلی کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر) کوئی چارہ نہیں تھا۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی اس (سابقہ) نسبتِ تنزیہی کے مخالف نہیں ہے باطن اُسی طرح اس نسبت تنزیہی میں گرفتار ہے اور ظاہر کی طرف بالکل بھی متوجہ نہیں ہے۔اور ظاہر کو جو کہ اس نسبتِ تنزیہی سے خالی اور بیکار تھا (اسم الظاہر کی) اس تجلی سے مشرف فرمایا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے ایسا ہی پایا ہے کہ باطن ہرگز کجی نظر میں مبتلا نہیں ہے اور وہ تمام معلومات و ظہورات سے منہ پھیرے ہوئے ہے اور ظاہر جو کہ کثرت اور دُوئی کی طرف متوجہ تھا ان تجلیات کے ساتھ سعادت مندی کا طالب ہوا ہے۔کچھ مدت کے بعد یہ تجلیات پوشیدہ ہو گئیں اور وہی (سابقہ) حیرت و نادانی (جہل) کی نسبت اپنی حالت پر قائم رہ گئی اور یہ سب تجلیات اس طرح پوشیدہ ہو گئیں گویا کہ کبھی تھی ہی نہیں۔اور اس کے بعد ایک خاص قسم کی فنا ظاہر ہوئی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تعینِ علمی جو کہ تعینِ (ذاتی) سے واپس لوٹنے کے بعد ظاہر ہوا تھا وہ اس فنا میں گم ہو گیا اور کوئی اثر باقی نہیں رہا کہ جس پر انانیت و نفسانیت کا گمان ہو سکے اس وقت حقیقی اسلام کے آثار رُونما ہونے لگے اور شرکِ خفی (یعنی ریا کاری و نفسانی خواہشات کی پیروی) کے نشانات مٹ جانے کی علامات ظاہر ہونے لگیں، اور اسی طرح اپنے اعمال کو ناقص سمجھنا اور اپنی نیتوں اور ارادوں کو تہمت زدہ جاننا ظہور میں آنے لگا، غرضیکہ عبودیت (بندگی) اور نیستی (فنائیت) کی بعض علامات پھر سے (دوبارہ) ظاہر ہوئی ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ آنجناب

کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے اور محدد (عرش) پر بہت دفعہ عروج واقع ہوتے ہیں۔

پہلی مرتبہ جو عروج واقع ہوا اور مسافت طے کرنے کے بعد جب عرش کے اوپر پہنچا تو دارالخلد یعنی بہشت اپنے متعلقات کے ساتھ مشہور ہوا، اس وقت دل میں خیال آیا کہ وہاں (بہشت میں) بعض اشخاص کے مقامات کا مشاہدہ کروں، جب میں اس امر کی طرف متوجہ ہوا تو اُن اشخاص کے مقامات نظر آئے اور ان اشخاص کو بھی ان کے مکان و مرتبہ اور شوق و ذوق کے اعتبار سے اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق ان مقامات میں دیکھا۔

دوسری مرتبہ پھر عروج واقع ہوا۔ بڑے بڑے مشائخ آئمۂ اہل بیت وخلفائے راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقام اور اسی طرح باقی تمام انبیاء ورُسل (علیہم السلام) کے مقامات، اُن کے مرتبوں کے فرق کے مطابق اور فرشتوں کی بلند ترین جماعت کے مقامات عرش کے اوپر مشاہدہ میں آئے اور اس قدر عروج واقع ہوا کہ مرکزِ زمین سے عرش تک یا اس سے کچھ کم، اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ ترین اسرار کو اور بھی پاکیزہ بنائے) تک پہنچ کر ختم ہوا۔ اور اس مقام کے اوپر بلکہ معمولی سی بلندی کے ساتھ اُسی مقام میں چند مشائخ مثلاً شیخ معروف کرخی اور شیخ ابوسعید خراز (رحمہما اللہ) تھے اور باقی مشائخ میں سے بعض حضرات اس مقام سے نیچے اپنے مقامات رکھتے تھے اور بعض مشائخ اسی مقام میں تھے لیکن ذرا نیچے تھے مثلاً شیخ علاؤ الدولہ و شیخ نجم الدین کبریٰ (رحمہما اللہ) اور اس مقام سے اوپر ائمۂ اہل بیت کے مقامات تھے اور اُن کے اوپر خلفائے راشدین کے مقامات تھے، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) اور باقی تمام انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے مقامات آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے ایک طرف علیحدہ تھے، اور اسی طرح ملائکہ مقربین

صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم اجمعین کے مقامات اس مقام کے دوسری طرف علیحدہ تھے، لیکن آنحضرت ﷺ کا مقام تمام مقامات سے بلند و برتر تھا، اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو پوری طرح جانتا ہے ۔اور جس وقت میں چاہتا ہوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے عروج واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بلاارادہ بھی عروج واقع ہو جاتا ہے اور کوئی دوسری چیز بھی مشاہدہ میں آ جاتی ہے اور بعض عروجوں کے نتائج و احکام بھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور اکثر چیزیں بھول جاتی ہیں اور میں بہت چاہتا ہوں کہ بعض حالات کو لکھ لوں (نوٹ کرلوں) تاکہ آنجناب کی خدمت میں عریضہ لکھتے وقت یاد آ جائیں لیکن یہ بات حاصل نہیں ہوتی کیونکہ یہ امور حقیر اور ہیچ نظر آتے ہیں کہ ان سے توبہ و استغفار کرنا ہی مناسب ہے چہ جائیکہ ان کو لکھا جائے ۔اس عریضے کے لکھتے وقت بھی بعض چیزیں یاد تھیں لیکن عریضہ ختم کرنے تک یاد نہیں رہیں ورنہ لکھی جاتیں اس لئے زیادہ گستاخی نہیں کی ۔

ملا قاسم علی کی حالت بہتر ہے اس پر استہلاک اور استغراق (فنا و محویت) کا غلبہ ہے اور اس نے جذبہ (سیر انفسی) کے تمام مقامات سے اوپر قدم رکھا ہے پہلے وہ صفات کو اصل (اپنی ذات) سے دیکھتا تھا اب اس کے باوجود صفات کو اپنے آپ سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل خالی پاتا ہے بلکہ اُس نور کو بھی جس کے ساتھ صفات قائم ہیں اپنے آپ سے جدا دیکھتا اور خود کو اُس نور سے ایک طرف (الگ) پاتا ہے اور دوسرے دوستوں کے حالات بھی روز بروز بہتری و ترقی پر ہیں، انشاءاللہ العزیز دوسرے عریضہ میں یہ خادم مفصل عرض کرے گا۔

> آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی پرواہ نہیں کریگا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے (حدیث)

اسلامی سال کا دسواں مہینہ شوال المکرم

(Alhazrat.net) مرسلہ:سید محمد عبداللہ بخاری

شوال کی وجہ تسمیہ:

اسلامی سال کے دسویں مہینے کا نام شوال المکرم ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ "شوال" سے ماخوذ ہے جس کے معنی اونٹنی کا دُم اٹھانا (یعنی سفر اختیار کرنا) ہے۔ اس مہینہ میں عرب لوگ سیر و سیاحت اور شکار کھیلنے کے لیے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے اس لئے اس کا نام شوال رکھا گیا۔

اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں۔کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا۔اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی۔اور اسی روز اللہ تبارک و تعالیٰ نے درختِ طوبیٰ پیدا کیا۔اور اسی دن کو اللہ عزوجل نے سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے لئے منتخب فرمایا۔اور اسی دن میں فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔(فضائل ایام و الشہور،صفحہ ۴۴۳،غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۵ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۹۳)

اور اسی مہینہ کی چوتھی تاریخ کو سید العالمین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نجران کے نصرانیوں کے ساتھ مباہلہ کے لئے نکلے تھے اور اسی ماہ کی پندرہویں تاریخ کو اُحد کی لڑائی ہوئی جس میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے اور اسی ماہ کی پچیس

تاریخ سے اخرِ ماہ تک جتنے دن ہیں وہ قوم عاد کے لئے منحوس دن تھے جن میں اللہ جل شانہ، نے قوم عاد کو ہلاک فرمایا تھا۔(فضائل ایام والشہور صفحہ ۴۴۴، بحوالہ عجائب المخلوقات صفحہ ۴۶)

شوال کی فضیلت:

یہ مبارک مہینہ وہ ہے کہ جو حج کے مہینوں کا پہلا مہینہ ہے (یعنی حج کی نیت سے آغازِ سفر) اسے شَہرُ الفطر بھی کہتے ہیں اس کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

ترجمہ: جب عید کا دن آتا ہے یعنی عید الفطر کا دن۔تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس مزدور کی کیا مزدوری ہے جس نے اپنا کام پورا کیا ہو۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس کی جزا یہ ہے کہ اسے پورا اجر دیا جائے۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرے فریضہ کو ادا کر دیا ہے پھر وہ (عید گاہ کی طرف) نکلے دعا کیلئے پکارتے ہوئے۔اور مجھے اپنی عزت وجلال اور اکرام اور بلندی اور بلند مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا۔پس فرماتا ہے اے میرے بندو! لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے، عید الفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے اور عید کی صبح فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ہر گلی، کوچہ اور بازار میں اعلان کر دو (اس آواز کو جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے امتیو! اپنے رب کی طرف بڑھو وہ تمہاری تھوڑی نماز کو قبول کر کے بڑا اجر عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر جب لوگ عید گاہ روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت کسی دعا اور کسی حاجت کو رد نہیں فرماتا اور کسی گناہ کو بغیر معاف کئے نہیں چھوڑتا اور لوگ اپنے گھروں کو "مغفور" ہو کر لوٹتے ہیں۔
(غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۵)

عید کے دن شیطان کا رونا:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عید کے دن ابلیس چلا کر روتا ہے۔ دوسرے شیاطین اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں: اے ہمارے سردار آپ کیوں ناراض ہیں؟ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس دن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو معاف کر دیا۔ اب تم پر لازم ہے کہ انہیں شہوات ولذات میں ڈال کر غافل کر دو (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۹۳)

عید کی وجہ تسمیہ:

عید کو عید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کی طرف فرحت و شادمانی بار بار عطا کرتا ہے یعنی عید اور عود ہم معنی ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو منافع، احسانات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں یعنی عید عوائد سے مشتق ہے اور عوائد کے معنی ہیں منافع کے یا عید کے دن، بندہ چونکہ گریہ وزاری کی طرف لوٹتا ہے اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ بخشش وعطا کی جانب رجوع فرماتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ

اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ اطاعت الٰہی سے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتا اور فرض کے بعد سنت کی طرف پلٹتا ہے، ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہ شوال کے چھ روزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسلئے اس کو عید کہتے ہیں عید کی وجہ تسمیہ کے متعلق بعض علماء کا کہنا ہے کہ عید کو اس لئے عید کہا گیا ہے کہ اس دن مسلمانوں سے کہا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ اب تم مغفور ہو کر اپنے گھروں اور مقامات کو لوٹ جاؤ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کو عید اس لئے کہا گیا کہ اس میں وعدہ و وعید کا ذکر ہے، باندی اور غلام کی آزادی کا دن ہے، حق تعالیٰ اس دن اپنی قریب اور بعید مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے، کمزور وناتواں بندے اپنے رب کے سامنے گناہوں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۰۴ اور ۴۰۵)

عید منانے کا اسلامی طریقہ: عید الفطر کے مستحب کام:

(۱) حجامت بنوانا (۲) ناخن ترشوانا (۳) غسل کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) اچھے کپڑے پہننا نیا ہو تو بہتر ورنہ دھلا ہوا ہو۔ (۶) ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننا۔ (۷) خوشبو لگانا۔ (۸) فجر کی نماز محلّہ کی مسجد میں ادا کرنا۔ (۹) نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بصد خلوص درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنا (۱۰) عید گاہ میں جلدی جانا (۱۱) عید گاہ کو پیدل جانا (۱۲) واپسی پر دوسرا راستہ اختیار کرنا راستے میں تکبیر تشریق پڑھتے ہوئے جانا (۱۳) نماز عید کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھالینا۔ (۱۴) تین یا پانچ یا سات یا کم وبیش مگر طاق ہوں کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے۔ نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوگا مگر عشاء تک نہ کھایا تو گنہگار بھی ہوگا اور عتاب بھی کیا جائے گا۔ (۱۵) نماز عید کے بعد معانقہ ومصافحہ کرنا اور رمضان کی کامیابیوں پر مبارکباد اور عید کی مبارکباد دینا۔ (۱۶) سُبحَانَ اللہِ وَ

بحمدہ ۳۰۰ مرتبہ پڑھنا بے حد اجر وثواب کا باعث ہے۔

عید کے دن کا انمول وظیفہ:

حضور اکرم، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید کے دن تین سو بار یہ پڑھا سُبحان اللہِ وَبحمدہ (اللہ پاک ہے اور اس کی حمد ہے) پھر اس کا ثواب تمام مسلمان مردوں کو بخش دیا، تو ہر قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے اور جب یہ آدمی فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار انوار داخل کرے گا۔ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نمازیں ادا کی ہیں اور ہر دفعہ انہیں اذان اور اقامت کے بغیر ہی ادا کیا۔ (مسلم شریف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی کہ عید کی نماز ہمیشہ جامع مسجد کے باہر یا کسی اور جگہ کھلے میدان میں پڑھنے کا حکم دیتے، البتہ ایک دفعہ جب بارش ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ہی نماز ادا کر لی۔ (بخاری شریف)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید گاہ کیلئے روانہ ہوتے تو راستے میں اور نماز عید شروع کرنے سے قبل تک تکبیر پڑھتے رہتے، اسے بلند آواز سے پڑھتے، اور واپس ہمیشہ دوسرے راستہ سے آتے، لیکن واپسی کے وقت تکبیر نہیں پڑھتے۔

(بخاری شریف سنن کبریٰ بیہقی)

رسول اکرم محبوبِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جب وہ نجران میں تھے) خط لکھا کہ عید الاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھاؤ اور عید الفطر کی دیر سے اور اس کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو۔ (مسند امام شافعی)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عید:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو عید کے دن دیکھا، اس کی قمیض پرانی تھی، تو رو پڑے۔ اس نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: اے بیٹا! مجھے خطرہ ہے عید کے دن تیرا دل ٹوٹ جائے گا، جب بچے تمہیں یہ پُرانی قمیض پہنے دیکھیں گے۔ اس نے کہا: دل اس کا ٹوٹتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو، یا اس نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضا کے باعث اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا۔ حضرت عمرؓ رو پڑے اور اسے سینہ سے لگا لیا اور اس کے لیے دعا کی۔ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۳)

عید کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا آپ اس وقت بھوسی کی روٹی کھا رہے تھے، اس نے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے اور آپ چوکر (بھوسی) کی روٹی کھا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا آج عید تو اس کی ہے جس کا روزہ قبول ہو، جس کی محنت مشکور ہو، اور جس کے گناہ بخش دیے گئے ہوں۔ آج کا دن بھی ہمارے لئے عید کا دن ہے کل بھی ہمارے لئے عید ہوگی اور ہر دن ہمارے لئے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۱۱)

اہم نکتہ: عید کی نماز سے فارغ ہو کر لوگ عید گاہ سے لوٹتے ہیں، کوئی گھر کو جاتا ہے، کوئی دکان کو اور کوئی مسجد کو تو اس وقت یہ حالت دیکھ کر مسلمان کو چاہیے کہ اس منظر اور کیفیت کو

یاد کرے کہ اس طرح لوگ قیامت میں جزا وسزا دینے والے بادشاہ کے حضور سے جنت اور دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور تم ڈراؤ اکٹھے ہونے کے دن سے جس میں کچھ شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں (ترجمہ کنزالایمان، غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۱۲)

اسلامی تہوار مثالی معاشرے کے قیام کی ضمانت:

اقوامِ عالم مختلف مواقع پر خوشیوں کے اظہار کیلئے اجتماعی طور پر تہوار مناتی ہیں، یہ تہوار مذہبی روایات اور قومی جذبات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ اسلامی تہوار محض تفریحِ طبع کیلئے منعقد نہیں ہوتے بلکہ اسلامی معاشرے کو خوشحالی اور رفاحی بنانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ مختلف ادیان و مذاہب کے ماننے والے جتنے تہوار مناتے ہیں اسے ہر طرح کے مادی ساز و سامان سے معمور رکھتے ہیں۔ عیش وعشرت، راگ و موسیقی، نغمہ وسرود، شراب و شباب اور میلوں تماشوں میں محو و مگن ہوتے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ مسلمانوں کے تمام تہوار دینی شعار کی طرح صرف ذاتی خوشی کیلئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتے ہیں، ان تہواروں کا انعقاد اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام پر عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ اسی لئے تہوار کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے اعلان اور اس کے ذکرو اذکار سے ہوتا ہے۔ اسلامی تہوار غم گساری بھی سکھاتا ہے کہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے معاشی استحکام کیلئے ایک متمول مسلمان اپنا کردار ادا کرے۔ بین المسلمین مواخات کے رشتے اسلامی تہوار کے ذریعے مضبوط اور مربوط ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا باہم ایک دوسرے سے معانقہ کرنا، مصافحہ کرنا، رمضان کی مبارکباد پیش کرنا، تراویح وتسبیحات کی قبولیت کی ایک

دوسرے کے حق میں دعا کرنا ،ایک دوسرے کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا، تحائف کا تبادلہ کرنا اور طعام کی دعوت دیناوغیرہ ،ایک اخلاقی ،مثالی اور فلاحی معاشرے کے قیام کی ضمانت دیتے ہیں ۔ یہ معمولات وعادات زندہ مسلمانوں کے درمیان ہی نظر نہیں آتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے تہوار اپنے پیش رو مرحومین کو بھی نظر انداز نہیں کرتے ،نمازعید کی ادائیگی کے بعد اور برادرانِ اسلام سے ملاقات کے بعد قبرستان جانا اور مسلمان مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کرنا ،سنتِ متواترہ ہے۔

حضور غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،فرماتے ہیں ''مسلمان کی عید، طاعت وبندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے ہے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری کی بنیاد پر ہے ، سیات کے عوض حسنات (نیکیوں) کے حصول اور درجات کی بلندی کی بشارت ملنے پر ہے ،اللہ تعالیٰ جل شانہ ،کی طرف سے خلعتیں ،بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے کے باعث ہے ،مسلمان کو نورِایمان سے معمور سینہ کی روشنی ،قوتِ یقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب دل میں سکون پیدا ہوتا ہے ۔پھر دل کی اتھاہ سمندر سے علوم وفنون اور حکمتوں کا بیان زبان پر رواں ہوجانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں ۔
(غنیۃالطالبین ،صفحہ ۳۱۰،۳۱۱)

شوال کی چھ روزے:

شوال میں (عید کے دوسرے دن سے) چھ روزے رکھنا بڑا ثواب ہے
جس مسلمان نے رمضان المبارک اور ماہ شوال میں چھ روزے رکھے تو اس نے گویا سارے سال کے روزے رکھے یعنی پورے سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے ۔

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس آدمی نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور پھر ان کے ساتھ چھ روزے شوال کے ملائے تو اس نے گویا تمام عمر روزے رکھے۔

نوٹ: حضور اکرم ﷺ کے فرمان ''تمام عمر روزے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان شریف کے علاوہ ہر ماہِ شوال میں چھ ٦ روزے رکھے جائیں تو تمام عمر روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر اس نے صرف ایک ہی سال یہ روزے رکھے تو سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ پھر یہ روزے اکٹھے رکھے جائیں یا الگ الگ، ہر طرح جائز ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ ان کو متفرق طور پر رکھا جائے۔ یہی حنفی مذہب ہے۔ (فضائل الایام والشہور صفحہ ۴۴۷ بحوالے المعات حاشیہ مشکوۃ ۱۷۹)

شوال میں ایامِ بیض کے روزے: علاوہ ازیں ماہِ شوال میں متذکرہ چھ ٦ روزوں کے علاوہ ۱۳، ۱۴، ۱۰ چاند کی تاریخوں (ایامِ بیض) میں اسی طرح روزے رکھے جاسکتے ہیں جیسا کہ دیگر مہینوں میں انہی ایام میں رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ شریف) میں کئی روایات ملتی ہیں۔

دعائے مغفرت

فیصل آباد سے منظور قادر بھٹہ

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
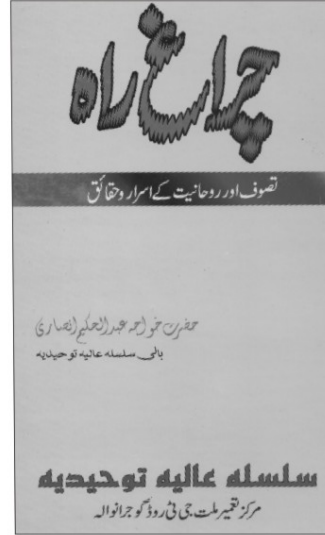
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
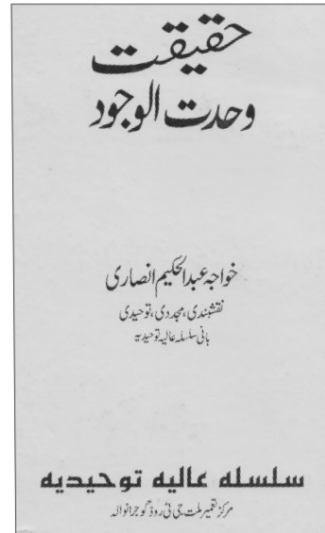
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت و دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
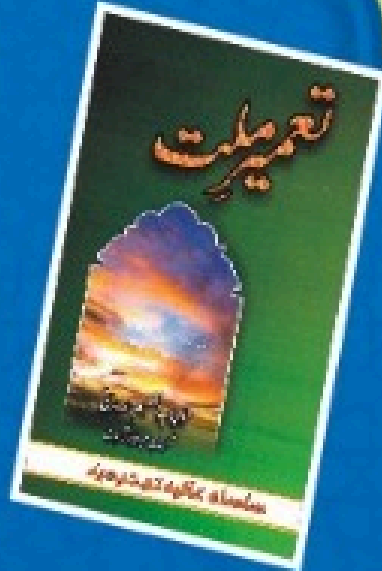
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
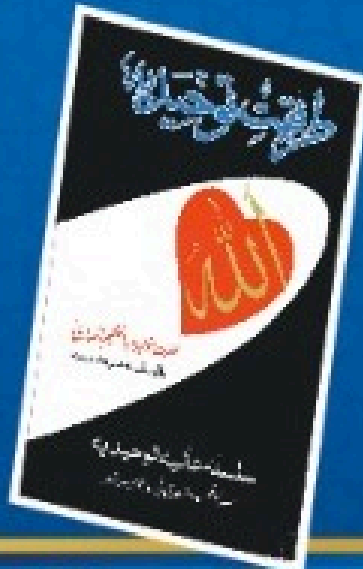
Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com